

طلباء کے
عوام کے
کامیابوں کے
چند سالانہ

شمس الاسلام

کراچی کی
کتاب خانہ
نشان

جلد نمبر ۱۹

بھیر مغربی پنجاب ماہ ذوالقعد مطابق ۱۹۴۸ء ستمبر

نمبر ۹

جام محمد

(محترم نفیس صاحب چغتائی)

کریں دل سے ہم احترام محمد
مسلمان ہوں پابند دام محمد
سنیں غور سے ہم پیام محمد
مدینہ پہ کرنے لگی رشک جنت
تراشے خرد جس کی قانون اپنے
ہے اُس شخص کی ٹھوکرول میں حکومت
تو کونین کی ہر خوشی راس آئے
شہنشاہوں سے اُسکی عظمت ہی برتر

میسرے جب ہم کو جام محمد
بنیں نیک دل سے غلام محمد
ہے کس درجہ شیریں کلام محمد
ہوا جب وہاں پہ قیام محمد
وہ کیا جانے کیا ہی نظام محمد
کہ جو ہو غلام غلام محمد
جو دن رات ہو لب پہ نام محمد
کہ جو آدمی ہو غلام محمد

نفیس آپ فاروق سے جا کے پوچھیں
کہ کس درجہ پیارا ہے نام محمد

شذرات

پاکستان میں مدارس عربیہ | اس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں کہ مسلمانوں کی حیات ملی اور بحیثیت مسلمان قوم ان کے بقا و تحفظ اور اجتماعی تیرازہ بندی کا واحد ذریعہ یہ ہے کہ مسلمانوں میں مذہبی روح موجود ہو۔ اور وہ علمی اور عملی طور سے اسلامی تعلیمات کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہوں۔ اسلامی تعلیمات کے پہرہ و روپ ہونے اور مذہبی احکام و ضوابط کے مطابق زندگی گزارنے کیلئے اُن مراکز رشد و ہدایت کا موجود ہونا ضروری ہے۔ جہاں سے اسلام کی روشنی چاروں طرف پھیل سکے اور خصوصاً نئی نسلیں مذہب کے بنیادی امور اور خدا پرستانہ زندگی کے قوانین و ضوابط و اہل سے اخذ کر سکیں۔ مدارس و مکاتب اسی غرض کیلئے قائم کئے جاتے رہے اور قرآن و حدیث کی تعلیم و تدریس کی درسگاہیں ہر زمانہ میں یہ اہم خدمت سرانجام دیتی رہی ہیں۔ انگریزی دور اقتدار سے قبل بھی ہندوستان کی سرزمین میں اسلامی تعلیمات کا چیم مدارس و مکاتب اور خانقاہوں کی برکت سے سر بلند رہا اور علماء و صلحاء اور صوفیاء کرام کے فیوض و برکات سے اسلام کی روشنی خود مسلمانوں کے سینوں کو بھی منور کرتی رہی اور ہزاروں غیر مسلموں کو بھی کفر و ضلالت کے اندھیروں سے رشد و ہدایت کے آجائے میں لاتی رہی۔ اور جب انگریزوں کا تسلط ہوا۔ مسلمان حکمرانوں کا سیاسی اقتدار ختم ہوا جسم کی غلامی کے ساتھ ساتھ ذہنی غلامی کی لعنت بھی مسلط ہونے لگی۔ تو ہر شعبہ زندگی فرنگی تہذیب و تمدن کی چمک تک سے متاثر نظر آنے لگا۔ بعض اگلوں کے بھی دماغ پھرنے لگے اور نئی نسلوں کو انگریزی رنگ میں رنگنے کے لئے سکولوں، کالجوں کی شکل میں منظم کمشنر شریں شروع ہوئیں اور بہ ظاہر حالات یہ نظر آنے لگا تھا کہ اگر یہی رفتار حالات رہی تو کچھ عرصہ کے بعد ہندوستان سے اسلامی شعائر کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔ اور ہندوستان کی روحانیت یورپ کی بڑھتی ہوئی مادیت کے مقابلہ میں شکست کھا کر مٹ جائے گی۔ مگر اس یاس و قنوط کے دور میں علماء کرام نے اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طور سے محسوس کر کے محبت و استقلال سے کام لیا اور انہوں نے غربت و افلاس کے پتھیروں، بھوک و پیاس کی سختیوں اور اپنوں اور بیگانوں کے طعن و تشنیع کے تیروں اور تمسخر و استہزاؤ کی البرز شکن ضربوں کو برداشت کیا۔ مگر جادہ حق سے ہٹنا قبول نہ کیا۔ مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ کھول کر انہوں نے اپنی بساط کے مطابق خدمت دین کا کام شروع کیا اور وہ یقیناً اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ اگر اس وقت پسپائی اختیار کی جاتی، اور زمانہ کے سیلاب کی بہاؤ کے ساتھ وہ بھی بہہ جاتے تو بہ ظاہر اسباب اب ہندوستان میں اسلام کا نام لیوا بھی نہ ہوتا۔ **آلہ یا شاء اللہ**

خیر یہ تو ایک قصہ پارینہ ہے جس کی طوطا شاہ کرنا مقصود تھا۔ اب تقسیم ملک کے بعد مشترکہ

ہندوستان انڈیا اور پاکستان دو حصوں میں بٹ گیا ہے۔ مذکورہ بالا مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ کا اکثر حصہ بلکہ تقریباً سب کا سب ان علاقوں میں شہروں اور تحصیلوں میں تھا۔ جو اب اثریاب میں رہ گئے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارنپور، مدرۃ العلماء لکھنؤ، جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، جامعہ تاسیہ مزہار آباد اور اس طرح بریلی میرٹھ، کانپور، دہلی وغیرہ شہروں کے بے شمار مدارس عربیہ۔ بڑے بڑے کتب خانے علمی اور تصنیفی ادارے سب اسی طرف رو گئے۔ بدقسمتی سے پاکستان کے علاقوں میں مدارس یا تو کچھ نہیں اور اگر کہیں تھے تو بہت معمولی درجہ کا کام تھا۔ تقسیم کے بعد پاکستان اور انڈیا کے درمیان تعلقات کا انتظام ہو گیا۔ موجودہ بامعنی اور ذرائع آمد و رفت کے خطرات کے علاوہ۔ یہاں اور وہاں کے سیاسی حالات بھی کچھ اس طرح پیچیدہ ہو گئے ہیں کہ پہلے کی طرح پاکستان کے طالب علموں کا وہاں آنا جانا اور کسی طرح کا استفادہ کرنا ناممکن شکل ہے۔ اور یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اب ہم ان سے کٹ گئے اور وہ ہم سے کٹ گئے۔ اب یہاں کے اُن مسلمانوں کو جن کو دین پیارا ہے اور جو قرآن و حدیث کی تعلیمات کو باقی رکھنا اور مذہبی علوم و فنون کو زندہ و درخشان دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ (اور ہر مسلمان کو ایسا ہونا چاہئے) یہ لازمی ہے کہ وہ پاکستان میں علوم دینیہ کے مراکز قائم کرنے کی انھماک کو شش کریں۔ مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ سال بھر گزر جانے کے باوجود اس طرف کما حقہ توجہ نہیں کی گئی۔

مختلف شہروں میں جو مدارس عربیہ پہلے سے قائم تھے اُن کی حالت بھی رو بہ ترقی ہونے کی بجائے رو بہ تنزل ہے۔ حکومت کے ادب و باپ اقبال اور اپنی فیادت و سرور کے باقی رکھنے کی فکر میں ہیں اور صرف اُن طریقوں کو اختیار کرتے ہیں۔ جو اُن کی ذاتی رجحانیت و نامدہی کے لئے مفید ہوں۔ عام سرمایہ دار اور اہل ثروت اپنے مال و دولت بڑھانے کی فکر میں ہیں۔ اور وہ صرف اُن سکیموں کو سوچتے اور برتنے ہیں۔ جن سے وہ سیم و زر کے تھیلوں اور تجزیوں کو اور بھی بڑھ کر سکیں۔ مدارس کے تنظیمین و ارکان بچا کر اکثر غریب طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو موجودہ اقتصادی مشکلات کے دور میں مدارس کو مطلوبہ معیار تک ترقی دے نہیں سکتے۔ اور پھر سب سے بڑا کہ مزید خرابی یہ ہے کہ بڑھنے کے لئے طالب علم نہیں ملتے۔ کہاتے پیتے لوگ تو اس طرف رخ ہی نہیں کرتے وہ تو بڑھنے کے قابل ہوتے ہی سکولوں اور کالجوں کی طرف چلے جاتے ہیں۔ پہلے کچھ غریب و نادار مفلس طبقہ کے لوگ وہاں بڑھنے سے گئے آتے اب قوم کی عام بے لوجی اور عباد و اہل علم کو حقدار کی نگاہوں سے دیکھنے اور پاکستان کی موجودہ مناسبتیں علم و دین اور عالم دین کی کساد بازاری و بے قدری نے اُن طبقہ کو بھی کچھ بد دل اور خوزدہ کر دیا ہے۔ اور وہ مدارس و مساجد کی طرف آ کر قرآنی و حدیثی سیکھنے سے معاشی ذرائع

دوسائل کی تلاش میں نکل کر دوپیسے کمانا زیادہ بہتر سمجھتے ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ حکومت پاکستان اسلامی حکومت ہے۔ دینی تعلیم کے لئے وہ ضرور ایک مکمل انتظام کرے گی۔ اس لئے اب ان نجی مدارس اور پبلک چندوں کے ذریعہ قائم شدہ اداروں کی کچھ ضرورت نہیں، اگرچہ ہونا تو یہی چاہئے تھا۔ کہ حکومت پاکستان جو مسلمانوں کی حکومت ہے دینی تعلیم کے لئے سب سے پہلے توجہ فرماتی اور منظم طریقہ سے مکمل نصاب تعلیم پڑھانے اور صحیح مذہبی جذبہ پیدا کرنے کے لئے وسیع پیمانہ پر تعلیمی ادارے کھولتی۔ مگر ظاہر بات ہے کہ حکومت نے اس سلسلہ میں اب تک ابتدائی اقدام بھی نہیں کیا جس سے کچھ توقع وابستہ کی جاسکے۔ اور درحقیقت موجودہ حکمران طبقہ کے رجحانات اُن کے نظریات و خیالات اور ذہنی ساخت کو دیکھ کر یہ امید رکھنا ہی فضول ہے کہ موجودہ ارباب اقتدار قرآن و حدیث کی تعلیم کو عام کریں گے۔ اد پاکستان میں مدارس عربیہ اور مراکز دینیہ قائم کر کے دینی علوم کی ترویج کریں گے۔ اس لئے جو کچھ کرنا ہے ہم کو خود کرنا ہوگا یا حکومت پر زور ڈال کر اس کو مجبور کر کے کرنا ہوگا۔ ہم پاکستانیوں سے ہندوستان کے رہنے والے مسلمان پھر بھی آگے بڑھ گئے۔ اخبارات سے اطلاع ہے کہ لکھنؤ میں تمام مدارس عربیہ کے منتظمین کا ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں متعدد حضرت علما و کرام نے تقریریں فرمائیں اور ہندوستان میں ان مدارس و مکاتب کے بقا و تحفظ کے لئے عزم مصمم کا اظہار فرمایا جواب تک وہاں جاری ہیں مجلس تحفظ مدارس عربیہ کے نام سے ایک انجمن کی تشکیل کی گئی۔

مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند اس انجمن کے صدر اور مولانا عمران خان صاحب ندوی اس کے ناظم مقرر ہوئے۔ ان حضرات کے عزائم سابقہ ایشیاء و قربانیوں اور علمی شفقت و محبت کی بنا پر تو قیام ہو سکتی ہے۔ کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہیں گے۔ ”ہندو حکومت“ کے تحت بسنے والے مسلمان تو اپنے دین و ایمان اور مذہبی علوم کو محفوظ کریں گے۔ اور ہم ایک ”اسلامی حکومت“ کے باشندے رفتہ رفتہ دینی علوم سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔ اور جو کچھ چند پرانی یادگاریں باقی ہیں دستبروز زمانہ و اہل زمانہ سے وہ بھی مٹ جائیں گی۔ یہ کس قدر اندوس کی بات ہوگی بلکہ شرم و خجالت کی!

پاکستان کے مدارس عربیہ کے مہتمم صاحبان کی خدمت میں دردمندانہ عرض ہے کہ وہ بھی اس سلسلہ میں کوئی متحدہ کوشش کر کے اپنا فریضہ سرانجام دیں اور ان موجودہ مدارس کو ترقی دینے کی آخری کوششیں کر کے اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اگر گستاخی نہ سمجھی جائے تو حضرت شیخ الاسلام پاکستان علامہ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی زید مجدہم کم از کم اس کام کے لئے تو آگے بڑھ جائیں۔ اگر وہ حکومت پاکستان سے مطالبہ نظام اسلامی نہیں ہوا سکتے۔ تو عام مسلمانوں میں اُکراں کی امداد حاصل کر کے نجی طور

ہے اس اہم کام کو سرانجام دیں۔ شاید ہماری یہ حقیر آوازاں تک براہ راست نہ پہنچ سکے۔ لیکن تاہم کلام سے درخواست ہے کہ وہ حضرت مولانا کو زور و اضطراب کے ذریعہ اس طرف توجہ دلائیں۔ آخر ان کے علمی کمالات اور قرآن و حدیث فہمی سے صرف ارباب حکومت کیوں استفادہ کریں کہ وہی ان سے فتوے اور بیان حاصل کرتے رہیں۔ عام مسلمانوں کو ابھی اپنے علمی فیوضات سے محروم نہ رکھنا چاہئے۔

کشمیر کمیشن اور ہماری حکومت | مجلس اقوام متحدہ کی طرف سے قضیہ کشمیر کو فیصلہ کرنے کیلئے

ہندوستان و پاکستان کے درمیان ثالث باخیر بن کر کشمیر کمیشن اس ملک میں بہت سے دنوں سے پہنچا ہوا ہے کمیشن کے ممبر کبھی نئی دہلی اور کبھی کراچی کا چکر لگا رہے ہیں اور دونوں حکومتوں کے نمائندوں سے مذاکرات کا سلسلہ جاری ہے۔ تاہم تحریر اخباری خبر یہ ہے کہ کمیشن کے ممبروں نے کشمیر میں لڑائی بند کر کے کی تجویزیں دونوں حکومتوں کے سامنے پیش کی ہیں اور ابھی تک دونوں طرف کی حکومتوں نے ان تجاویز کو منظور یا منظور کرنے کا فیصلہ نہیں دیا۔ اب تک یہ بھی پتہ نہیں کہ وہ تجاویز کیا ہیں اور ان تجاویز میں آیا پورے عدل و انصاف سے کام لے کر واقعی کوئی خیر خواہانہ بات کی گئی ہے۔ یا ان میں کسی ایک طرف جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ اب تک ہماری حکومت پاکستان کے نمائندوں اور ہمارے لیڈروں نے دوسروں پر غلط اعتماد کر کے اور خصوصاً انگریزوں کی دوستی پر بھروسہ کر کے جس قدر نقصانات برداشت کئے ہیں ان کے پیش نظر ہم صرف اتنا ہی لکھنا چاہتے ہیں کہ اس موقع پر ہمارے اکابر ذرا احتیاط اور پورے تنبیہ سے کام لیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پہلے کی طرح ان حسنینانِ فرنگ کی میٹھی میٹھی باتوں اور دلربا یا نہ انداز گفتگو سے دھوکہ کھائیں اور ان پر اعتماد کر کے ایسی غلطی کا ارتکاب کریں۔ جس سے کشمیر میں سال بھر کی جدوجہد اور جان و مال کا ضیاع بالکل بے کار جائے۔ اور کشمیری مسلمانوں کو مزید ظلم و ستم اور جو رجحان کا تختہ مشق بننا پڑے۔

اب ہم کو ہر پرستدم پر ڈر لگتا ہے کہ ہمارے یہ ناخدا ہماری سیاسی کشتی کو کسی اور منجھار میں نہ پھنسا دیں۔ اور ان گنت سیلابوں۔ بلاؤں اور مصیبتوں سے نکلنے کے بعد پاکستان کی اس چھوٹی سی کشتی میں جو کچھ ٹھکانا مل گیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس سے بھی دھکیلے جائیں اور پھر پریشانیوں اور تباہ حالیوں میں مبتلا ہوں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۲۸ پر) (ج)، مصارفِ مرت کرہ جاتا وغیرہ ملحقہ مسجد جامع بھیرہ ۱۱۶۰ - ۱۱۶۱ - ۱۱۶۲

دستخط: رنلیم محمد ریاض اٹمیٹ نقشہ نویس پرنسپل کٹی بھیرہ : دستخط: حاجی، متری محمد شفیع ۲۷/۸/۶۰

امید ہے کہ اہل کرم مسجد و دارالافتاء کی تعمیر میں ہاتھ بٹا کر خوشنودی الہی حاصل کریں گے۔

افتخار احمد بگودی کان اللہ لہ، امیر حزب الانصار، جامع مسجد - بھیرہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حکومت الہی واستخلاف فی الارض

امت مسلمہ کا مقصد حیات

(ادارہ)

اسلامی حکومت کے اغراض و مقاصد

(۳)

ان آیتوں میں بالا اجمال یہ بتایا گیا ہے کہ اسلام میں غزوات کی ابتداء کیوں اور کیسے ہوئی۔ کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کو جہاد کی اجازت اسلئے دی گئی کہ وہ مظلوم ہے۔ ان کو اپنے گھروں سے نکالا گیا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ محض اس جرم میں کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ بظاہر یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ عہد نبوت کے مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ اس لئے توڑے گئے کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے۔ معلوم ہوا کہ ربوبیت کے تصور و اعتقاد میں ہی کوئی ایسا اعلان جنگ مخفی ہے جس کو پرستان باطل مستبد حکمران و ارباب سیاست اور کفار و مشرکین سن کر اہل حق سے برسر پیکار ہو جاتے ہیں۔ اور اسلام کی اس آواز کو دبانے اور مٹانے پر کمر سمیت باندھ لیتے ہیں۔ چونکہ عہد نبوت کے مسلمانوں نے الوہیت اور ربوبیت کے صحیح و کامل مفہوم کو سمجھ کر اللہ کو اپنا رب مانا تھا اور جن کفار و مشرکین کے سامنے اللہ کی ربوبیت کا اقرار و اعلان کیا تھا وہ بھی سمجھتے تھے کہ اس دعوت و اعلان سے ان کے فرضی الہوں اور من مانے خداؤں پر کس کس طرح ضرب پڑتی ہے۔ اور انسانوں کی خدائی کا ٹاٹ کیسے اٹھتا ہے؟ اس لئے وہ مسلمانوں سے برسر پیکار ہو گئے۔

ربوبیت کی حقیقت۔ عہد نبوت میں جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز اسی نقطہ سے ہوا تھا کہ وہ صرف اللہ ہی کو اپنا رب مانتے تھے۔ مگر قرونِ نامہ کے بعد جب مسلمانوں نے ربوبیت کا صحیح تصور و اعتقاد کھو دیا تو انہوں نے اسلامی حکومت کی صحیح روح اور ولولہ جہاد کھو دیا۔ انہوں نے غیر الہی نظاموں کے ماتحت رہنا، کفار و مشرکین سے دوستیاں کاٹھنٹا، غیر فطری نظامہائے معیشت سے اپنی ریزی اور زندگی کی سہولتیں حاصل کرنے کا طریقہ اختیار کر لیا۔ اسلئے ارباباً من دون اللہ کو مسلمانوں سے خطرہ کیوں

ہو جب مسلمان اللہ کو بھی اپنا رب مانتے ہوں اور ارباباً من دون اللہ کو بھی اپنا حاجت روا، مشکل کشا، مالک و آقا اور روزی و راسخ سمجھتے ہوں تو دشمنانِ دین کو ضرورت ہی نہیں کہ وہ ایسے بے ضرر مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ دیں اور ان سے بلاوجہ برسرِ پیکار ہوں۔ اسلئے ضروری ہے کہ قرآن حکیم نے جس نظامِ ربوبیت کو پیش کیا ہے اس کو ہر مسلمان سمجھے اور توحید کی روح حاصل کرے۔ اس کے بغیر وہ کبھی بھی سچے خدا پرست اور حقیقی دیندار نہیں بن سکتے۔ نہ وہ اسلامی حکومت کی غرض کو سمجھ سکتے ہیں، نہ جہاد کے اسلامی تصور کو اور نہ اسلام کی انقلابی دعوت کو۔ آئیے اب قرآنِ مبین کی طرف رجوع کریں اور دیکھیں کہ وہ کس طرح اللہ ہی کو اسباب مقرر فرماتا ہے۔

قرآنِ کریم کا مقصد۔ یہ ہے کہ بنی نوع انسان اپنی مادی و روحانی زندگی کے قیام و بقا اور دینی و دنیوی فلاح و بہبود کے لئے ہدایتِ الہی کی پوری پوری پیروی کریں۔ نظامِ معاشرت و معیشت خود گھڑنے نہ بیٹھ جائیں بلکہ وہ نظامِ زندگی اختیار کریں جو قرآن حکیم بنی نوع انسان کے سامنے پیش کرتا ہے۔ قرآن یہ چاہتا ہے کہ انسانوں نے خدا سے باغی ہو کر اپنی حقیقت کو بھلا کر جو سیاسی و تمدنی پروگرام اور نظامِ معاشرت و معیشت بنائے ہیں ان ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر دنیا میں اسلامی نظامِ رائج کیا جائے اُسے انہی خطوط پر قائم کر دیا جائے جو تقاضائے فطرت انسانوں کے مطابق ہیں۔ اسی کا نام دینِ فطرت ہے۔

اس مقصد کی بنیاد اس حقیقت پر رکھی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس جہان کا خالق، مالک، آقا اور رب ہے۔ اُسی نے مخلوق کی حفاظت، پرورش اور بقا کے سامانِ کمال، پختہ، انب اور عین تقاضائے فطرت کی مطابق کر رکھے ہیں۔ اسی لئے قرآن حکیم بار بار انسان کی توجہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی طرف دلاتا اور بنی نوع انسان کے سامنے یہ دعوت رکھتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ** الخ ترجمہ۔ اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو پیدا کیا۔

یعنی اُسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔ اس بنا پر اسی کو یہ حق بھی ہے کہ انسانوں سے اپنی عبادت و بندگی کا مطالبہ کرے۔ (لہ الخلق وله الامر) چونکہ انسان انسانوں کے خالق نہیں اُس لئے انہیں یہ حق بھی حاصل نہیں کہ وہ اپنے جیسے انسانوں سے اپنی اطاعت و بندگی کرائیں۔ خود حاکم بن بیٹھیں اور اللہ کی زمین میں اپنے نظام اور اپنے قانون چلانے لگیں (ان الحکم الا للہ) حکومت و قانون سازی صرف اللہ کے لئے ہے۔

سروری زبیا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے

حکمرانِ ہے اک وہی باقی بتانِ آذری

اس سلسلہ میں قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جن صفات کو انسانوں کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اُن میں سب سے پہلی صفت ربوبیت ہے۔

ربوبیت کے معنے۔ ربوبیت کے معنے ہیں۔ کسی شے کی ابتداء سے انتہا تک تمام مراحل اور حالات میں غور و فکر و داختر کرنا، پرورش کرنا، بتدریج ترقی دینا اُسے بردار چڑھانا، تکمیل تک پہنچانا۔ اور اس کے حسب حال وہ اسباب و ذرائع مہیا کرنا جو اس کی ضروریات کے کفیل ہوں۔ قرآن پاک اسی ہمگیر نظام ربوبیت کی اہمیت و طلب انسانی پر متسم کرنا، اور اُسے صرف اللہ ہی کی اطاعت و بندگی کرنا سکھاتا ہے۔ یاد رکھئے کہ قرآن انسانوں سے صرف اتنی سی ربوبیت نہیں منواتا کہ اللہ تعالیٰ ہی اس دنیا خالق اور اس کا رخاۂ عالم کو چلانے والا ہے۔ جہاں تک خدا کی ذات اور اس کی صفت تکوین و ایجاد کا تعلق ہے، اس حد تک تو مشرکین مکہ بھی خدا کو وحدہ لا شریک مانتے تھے۔ اپنا عقیدہ وہ یہی ظاہر کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس دنیا کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہ اپنی ذات میں بالکل اکیلا اور لاشریک ہے اور وہی اس دنیا کے پروردگار خدا کو چلا رہا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں مشرکین کا یہ اقرار و اعتقاد بجا نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً سورہ یونس رکوع ۲۷۔ سورہ مومنون رکوع ۵ اور سورہ عنکبوت رکوع ۶ میں واضح طور پر ان کا یہ اقرار و اعتقاد نقل ہوا ہے۔

اس کے باوجود ان کی اصل گمراہی، جہالت اور شرک یہ تھا کہ وہ اس ناقص ربوبیت کو مان کر عبادت میں اپنے دیوتاؤں اور فرضی معبودوں کو بھی شریک کرتے تھے غیر اسبابی طور پر ان کو اپنا حاجت دار اور کمکشا سمجھتے تھے۔ اپنی خاص خاص حاجات و مشکلات میں اُن سے دعائیں کرتے اور مدد مانگتے تھے۔ اسی بنا پر قرآن نے انہیں مشرک قرار دیا۔ اور ان کے سامنے یہ دعوت اور عقیدہ رکھا کہ ربوبیت عبادت اور استعانت ان بتوں میں خدا کا کوئی شریک نہیں۔ پیدائش کسی اور خدا کی اور ربوبیت کسی اور خدا کی ماننا خدا کی حقیقت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ اس کے بعد ان کو یہ ہمہ گیر ربوبیت سمجھانی کہ سب کچھ اسی ایک خدا نے پیدا کیا ہے۔ وہی ان سب کو تمام مراحل زندگی طے کرانے تکمیل تک پہنچاتا ہے۔ ربوبیت نہ کسی دیوی دیوتا کے ہاتھ میں ہے۔ نہ کسی انسان کے۔ وہ جس طرح جموں کی حفاظت و پرورش کرتا ہے اسی طرح روحوں کی پرورش و حفاظت بھی کرتا ہے جموں کی حفاظت و پرورش کا سامان آسمان و زمین کے ذریعہ کیا اور روحوں کی حفاظت و پرورش کا سامان وحی و نبوت کے ذریعہ کیا۔ پس سیاسی و تمدنی طور پر بھی خدا ہی کو اپنا رب ماننا چاہئے۔ یعنی معاشرت و معیشت، تمدن و سیاست اور اخلاق و روحانیت وغیرہ زندگی کے تمام معاملات و مسائل میں صرف اسلامی احکام و قوانین کی پیروی کرنی چاہئے۔

خدا کی ربوبیت کا یہ احساس فطری ہے۔ ساتھ ہی قرآن کریم یہ حقیقت بھی انسانوں

کے سامنے رکھتا ہے کہ خدا کی ربوبیت کا یہ احساس خود فطرت انسانی کے اندر موجود ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ ۖ
أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ شَهِدْنَا ۖ إِنَّ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا غَافِلِينَ ۝

اور جب تیرے رب نے ذریت آدم سے جو نسل ابجد اس کے ہیکل سے پیدا ہونے والی تھی، یہ عہد لیا تھا اور

انہیں خود اس پر گواہ ٹھہرایا تھا کہ ”کیا میں تمہارا پروردگار نہیں؟“ سب نے کہا تھا کہ تو ہی ہمارا رب ہے

ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ تم قیامت میں یہ عذر نہ کرو کہ تم تو اس سے بے خبر تھے۔ قرآن

اسی وحدانی احساس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اس لئے کہ اس دنیا میں اگر جب انسان خدا فراموش اور

خود فراموش بن جاتا ہے تو اس فطری احساس پر خارجی اثرات کے پردے پڑ جاتے ہیں۔ قرآن اپنی دعوت کے

ذریعہ انہی پردوں کو اٹھا دینا اور ربوبیت کے اثر کو بے نقاب کر دینا چاہتا ہے۔ فرمایا:

قُلْ أَغْنِيَ اللَّهُ عَنْكَ دِينًا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ۚ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا کسی اور رب کی

تلاش کروں حالانکہ وہ تو ہر شے کا رب ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھیوں کے

سامنے یہ چیز رکھی تھی۔ لِيَصَاحِبِيَ السَّجْنُ ۚ أَرَبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ

الْقَهَّارُ ۚ اے قید خانہ کے رفیقو! کیا بہت سے آقا اچھے ہیں یا صرف ایک اللہ قوتوں والا۔

حقیقی آزادی ربوبیت پر محکم ایمان سے حاصل ہوتی ہے۔ قرآن حکیم

انسانوں سے جس طرح اللہ کو اپنا رب منوایا ہے، اگر انسان اُسی طرح اللہ کو اپنا رب مان لیں تو ربوبیت

پر ایسے محکم سے ہی انسانوں کو حقیقی آزادی، سچی راحت و پائیدار امن اور تمدن و حضارت میسر آتی ہے۔

پھر انسان اللہ کے سوا کسی اور کو اپنا حاجت روا و مشکلا کش نہیں بنا سکتا۔ کسی فرعون و فرود کے سامنے نہیں جھک

سکتا کسی کے آستانہ پر ہاتھ نہیں پھیلا سکتا اور کسی طاقت کا غلام نہیں بن سکتا۔

وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ

اوتیرے رب کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی اور کی غلامی اختیار نہ کرو۔

کیوں نہ کرو؟ اس لئے کہ اوروں کی غلامی کرنے سے انسانیت کی توہین و تذلیل ہوتی ہے۔ اور اسلام یہ

توہین و تذلیل گوارا کرنا نہیں جانتا۔ وہ انسانوں کو معزز و مکرم بنانا اور ان پر راحت و سکون کے دروازے

کھول دینا چاہتا ہے۔

آج دنیا میں انسان کیوں حاکم و قانون ساز بنے بیٹھے ہیں؟ فرامین و نماردہ کیوں خدائی کا تخت

بچھلے ہوئے ہیں؟ کفار و مشرکین اور فساق و فجار کیوں چھائے ہوئے ہیں؟ اور انسانوں نے انسانوں کی غلامی کے طوق و سلاسل کیوں اپنی گردنوں اور پیروں میں ڈال رکھے ہیں؟ صرف اس لئے کہ دنیا کے بننے والے انسان خدا تعالیٰ کی ربوبیت کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور مسلمان ربوبیت پر سچے و محکم ایمان سے محروم ہیں۔ قرآن پاک چیخ رہا ہے کہ نادان انسانو! تمہارا رب صرف اللہ ہے۔ ربوبیت کسی کے اختیار میں نہیں۔ تم جو سمجھ رہے ہو کہ سامان زندگی حکمرانوں اور مستبد قوتوں کے قبضہ قدرت میں ہے تو یہ تمہاری نادانی ہے اور صرف اُس وقت تک ہے جس وقت تک تم ایسا سمجھ رہے ہو۔ جب تم ایسا سمجھنا چھوڑ دو گے اور خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر سچا ایمان لے آؤ گے تو تمہارے اندر ایک انقلاب پیدا ہو جائیگا۔ تمام مظالم و مفسد مرٹ جائیں گے، مستبد حکمران اپنی موت مر جائیں گے اور انسانیت کا بول بالا ہو جائیگا مگر انسان سنتے ہی نہیں۔ سنتے ہیں تو سمجھتے نہیں اور اگر سمجھتے ہیں تو ایمان نہیں لاتے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج کافر و مسلمان سب کے سب حکمرانوں، مذہبی پیشواؤں اور لیڈروں کی جان کو رو رہے ہیں۔

انسان انسانوں کو رب کیسے بناتا ہے؟ نہ مسلمان جانتے ہیں اور نہ کافر سمجھتے ہیں کہ اللہ کے سوا اور کوئی رب نہیں۔ اس بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے وہ اپنے جیسے انسانوں کو اپنا رب بنائے ہوئے ہیں اور اپنی انسانیت کو ذلیل کر رہے ہیں۔ وہ اس بات کو نہیں جانتے کہ انسان انسانوں کو رب کیسے بناتا ہے؟ سو جان لیجئے کہ انسان دوسرے انسان کے سامنے اُس وقت جھکتا ہے جب وہ کسی مردہ یا انسان یا دیوی و دیوتا اور یا با اقتدار انسانوں کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھ لیتا ہے اور تعین کر لیتا ہے کہ میری ضروریات زندگی ان کے قبضہ میں ہیں اسی بنا پر وہ مذہبی رنگ میں علماء و مشائخ کو، سیاسی رنگ میں ارباب سیاست و حکومت کو اور اقتصادی رنگ میں سرمایہ داروں کو اپنا رب اور اپنا آقا بنا لیتا ہے۔ علماء و مشائخ کو اپنا رب بنانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال و افعال کو وحی کی طرح دلیل و حجت مان لیا جائے۔ اور اپنا دین و مذہب کا معاملہ کلیتہً ان کے حوالہ کر دیا جائے۔ ان کے حرام کئے ہوئے کو حرام اور ان کے حلال کئے ہوئے کو حلال سمجھ لیا جائے۔ ان کے اعمال کو تنقید کی حد سے بالاتر قرار دیا جائے اور انہیں اُن مخفی و باطنی قوتوں کا مالک تصور کیا جائے جو باری تعالیٰ کے لئے خاص ہیں۔ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء و مشائخ کو انہی مضمون میں اپنا رب بنایا تھا چنانچہ فرمایا۔

اتَّخَذُوا أَجْأَرَهُمْ وَدَّعُوا نَفْسَهُمْ أَرْبَابًا مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ۔ الخ

انہوں نے خدا سے اپنے علماء و مشائخ ہی کو اپنا رب بنا لیا ہے۔

ارباب سیاست و حکومت کو رب بنانے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اپنی سیاسی و تمدنی زندگی کو

اُن کے حوالہ کر دیا جائے۔ جائز و ناجائز کے امتیاز کے بغیر ان کے تمام احکام کی پیروی کی جائے۔ ان کو واجب الطاعت سمجھا جائے۔ ان کو تنقید و اعتساب سے بالاتر قرار دیا جائے اور اُن کی خوشنودی و رضا جوئی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دے لیا جائے۔ غرض یہ کہ انسان جس کسی انسان کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھ کر اس کی غیر مشروط اطاعت شروع کر دے وہی اس کا رب بن جاتا ہے۔

دعوتِ ربوبیت سے مستبد قوتوں اسلامی نظام کے قیام اور دعوتِ ربوبیتِ الہی کا پرہیز **بے ضرر پڑتی ہے**۔ نشاء یہ ہے کہ مبداءِ فیض کی کرم گسٹری نے تمام بنی نوع انسان کے لئے رزق کے جو سرچشمے مہیا فرمائے ہیں، اُن سے یکساں طور پر تمام انسان مستفید ہوں مذہبی پیشوا، بادشاہ و ڈکٹیٹر، حکام و لیڈر اور سرمایہ دار وغیرہ مستبد قوتیں ان سرچشموں کو اپنی ملکیت میں نہ لیں، ان پر اپنا قبضہ و تصرف جمانے نہ پائیں۔ اگر وہ اُن سرچشموں کے مالک بن جائیں تو اُن کے قبضہ کو توڑ دیا جائے۔

انبیاء علیہم السلام نے تو ہمیشہ یہ چاہا کہ پروردگارِ عالم کی ربوبیت انسانوں سے منوا کر ظالم و مستبد حکمرانوں کے جبر و استبداد کا قلع قمع کر دیں اور چالاک و مکار طاقتور و مقتدر انسانوں کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ انسانوں کو خدا کی ربوبیت و عبادت سے منحرف کر کے اپنی ربوبیت کا اقرار لیں، لوگوں کو اپنا وفادار بنائیں اور اُن سے اپنی عبادت و بندگی کرائیں۔ آج بھی سیاسی دنیا میں یہی کچھ ہو رہا ہے یعنی حکمران و سیاست کار طبقے لادین جمہوریت اور بے دین سیاست کے ذریعہ لوگوں سے اپنی سیاسی و تمدنی ربوبیت منوا رہے ہیں اور اُن سے غیر مشروط اپنی اطاعت و بندگی کر رہے ہیں۔

آج کل کے چالاک و مکار اور جھوٹے و دغا باز لیڈر عوام پر اپنا اثر جہاں رزق کے سرچشموں پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ لوگوں کی ضروریات زندگی اپنے کنٹرول میں لے لیتے ہیں۔ اپنے وفاداروں اور خوشامدیوں کو مال مال کر دیتے ہیں اور دوسرے لاکھوں کروڑوں انسانوں کو بھوک اور افلاس کی مہبتوں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد وہ بھوکے انسانوں کو روٹی دکھا کر جو چاہتا ہے منوا لیتے اور کرا لیتے ہیں۔ جہاں غریبوں اور مزدوروں کی ہمدردی و نمائندگی کا دم بھرا اور سستی لیڈری اور وزارتِ میسر آئی۔ گویا غریبوں کی غریبی اور مزدوروں کی مزدوری آج کل کے خود غرض مکار اور عیاش و بدکار لوگوں کیلئے لیڈری و اقتدار کا بہترین ذریعہ اور کارگر حربہ ہے۔

کون نہیں جانتا کہ فرعون نے اپنے دعویِٰ خدائی کے ثبوت میں یہی کہا تھا کہ اَنَا رَبُّكُمْ اَلَا عَلٰی میں تمہارا سب سے بڑا پروردگار نہیو الا ہوں۔ ملازمتوں، خطابوں، راحتوں اور ترقیوں کی کنجیاں

میرے قبضہ میں ہیں۔ میں جس کو چاہوں لالا مال کر دوں اور جس کو چاہوں بھوکا مار دوں۔ ہر زمانہ کے فرعون اپنی خدائی جمانے کے لئے یہی کچھ کہتے اور کرتے رہے ہیں۔ اور آج بھی یہی کر رہے ہیں۔ ان فرامین و نمازہ نے دنیا بھر کے انسانوں کو بھوک، افلاس، قحط، بیماری، تلگی اور مصیبت کے جہنم میں جھونک رکھا ہے۔ اور خود عیش و کامرانی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ دنیا میں ہی جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں اگر کوئی ان کے عیش و آرام اور اترواقتدار میں رکاوٹ ڈالے تو ان کے انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے اور محسوس کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔

اسلام کی دعوت ربوبیت اور مشرکین مکہ۔ اب آپ نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ کھڑبٹ کے مسلمانوں کو محض اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا رب کہتے تھے، کیوں ستایا؟ اس دعوت سے ان کے مذہبی پیشواؤں کی بزرگی، لیڈروں کی لیڈری، حاکموں کی حاکمی، سرمایہ داروں کی سرمایہ داری اور عیاشوں کی عیاشی خطرہ میں پڑ گئی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر مسلمانوں کی یہ دعوت کامیاب ہو گئی تو ہماری زندگی کی تمام راحتیں خاک میں مل جائیگی، ہمارے اغراض و مفاد پر پانی پھر جائیگا۔ اور سب کچھ ہمارے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔

اسلامی نظام کے قیام اور اسلامی دعوت سے آج بھی ارباب سیاست اور برسر اقتدار پارٹیوں اور لیڈروں کو یہی خطرہ ہے۔ جس طرح مشرکین مکہ نے اسلامی دعوت کو دبا دبا کر اور مٹانا چاہا تھا اُس طرح تو آج کے نفس پرست نہیں کر سکتے۔ جیسے بہانوں سے اپنی خدائی کو باقی رکھنا اور خدا کی حکومت کو دبائے رکھنا چاہتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ اسلام میں جنگ و جہاد کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ مسلمان اسلام کے نظام معاشرت و معیشت کو رائج و قائم کرنا چاہتے تھے اور مشرکین مکہ کو یہ بات ناگوار تھی اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو ستایا۔ جب اس کی حد ہو گئی تو ان کو جہاد کی اجازت ملی۔

اس کے بعد یہ جان لینا چاہئے کہ اسلام کی حکومت کے کیا اغراض و مقاصد ہیں۔ اختلاف فی الارض کے کیا فرائض ہیں؟ اور وہ عام دنیاوی اور انسانی حکومتوں سے کن امور میں ممتاز ہے؟ ان تمام امور کو میں حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق کتاب ”ازالۃ الخفا“ سے بیان کرتا ہوں۔ ضروری خدشہ اضافہ اور توضیح و تشریح کے ساتھ تاکہ وقت کا ایک اہم ترین سوال اور امت مسلمہ کا اجتماعی فریضہ اچھی طرح واضح اور منقح ہو جائے۔

خلافت عامہ و خاصہ۔ اس امر کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد اول دعوت توحید تھا۔ اس کو ہم دوسرے لفظوں میں یوں بیان کر سکتے ہیں کہ

آپ کا مقصد حکومتِ الہیہ کا قیام تھا یعنی یہ کہ انسانوں کو انسانوں کی حکومت و بندگی سے نجات دلا کر اللہ کی حکومت و بندگی میں لے آئیں۔ اس کے لئے مقدم کام یہ تھا کہ اصلاح اخلاق اور تزکیہ نفوس سے وہ افراد پیدا کریں جن کے ہاتھوں خلافت کا ظہور اور اسلامی نظام کا قیام ہو۔ اب سنئے شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

هی الرئاسة العامة فی التصدی لا قامة الدین با حیاء العلوم
الدینیة واقامة اركان الاسلام والقیام بالجهاد وما يتعلق به
من توتیب الجیوش والغرض للمقاتلة واعطائهم من الغنى و
القیام بالقضاء واقامة المحل ودور رفع المظالم والا صواب المعروف
والنهی عن المنکر نبأ بتة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

یعنی خلافت ایک ریاست عامہ ہے۔ احیاء علوم دینی کے ذریعہ اقامتِ دین اركان اسلام کے قیام، جہاد، اور اس سے متعلق تربیت جیوش، مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم کے قیام، محکمہ نفاذ و حدود کے قیام، مظالم کے ازالہ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کی حیثیت سے یعنی خلافت سے مراد حسب ذیل امور میں علوم دینیہ کے ذریعہ دین کا قیام و لاہ اور عیال کا تقرر، موزنین اور ائمہ کا تعین، مخلصین، زکوٰۃ و جزیرہ کی نامزدگی، غیر تومن سے جنگ، با مصالحت، مسلمان قبائل میں جائیداد کی تقسیم، میراث کے احکام کا اجراء و نفاذ، معاشی فلاح و بہبود، فوجوں کی تیاری و آراستگی، مقدمات کا فیصلہ، قبائل اور افراد کی خانہ جنگیوں کا انسلاخ و فوجوں کے لئے تعین و وظائف، اجرائے فرامین، نو مسلموں کے انتظامات، مسائل شرعیہ میں افتاء جرائم کے لئے اجرائے تعزیر، ملک کے بڑے بڑے سیاسی انتظامات عہدہ داران کا تقرر، خبر گیری اور نگرانی، اور احکامات کے محکمہ کا قیام۔ یہ ہیں اسلامی حکومت کے اغراض و مقاصد جو حکومت ان اغراض و مقاصد کے حصول پر مبنی ہو اس کو اسلامی حکومت کہتے ہیں۔

حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

چوں آنعمالات را استقرار نامائیم و از جزئیات ب کلیات و از کلیات داحد کہ شامل ہمہ باشد انتقال کنیم جنس اعلیٰ آن اقامت دین باشد کہ منضمں جمیع کلیات است و تحت وی اجناس دیگر باشند۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس اعتبار سے خلق اللہ کے ساتھ جو معاملہ آپ نے کیا اور سیاسی و تمدنی حیثیت سے جو تصرفات کئے اگر ہم

ان سب کو اپنے سامنے رکھیں، اس کا خلاصہ نکالیں اور جزئیات سے کلیات کو اور کلیات سے ایک کلی کو سمجھیں اور ایک کلی بنائیں تو اس سب کی جنس اعلیٰ اقامتِ دین نکلتی ہے، جس کے ضمن میں تمام کلیات اور جس کے تحت تمام اجناس آجاتے ہیں۔

احیاء علوم دین۔ مطلب یہ کہ بعثت نبویؐ کا مقصد وحید اقامتِ دین تھا۔ باقی تمام مقاصد و کلیات اقامتِ دین ہی کے لئے مطلوب ہے۔

کئے ازاں احیاء علوم دین است از تعلیم قرآن و سنت و تذکیر و مغنمت اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ **هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ** ترجمہ۔ ان میں سے ایک مقصد قرآن و سنت کی تعلیم اور وعظ و نصیحت کے ذریعہ احیاء علوم دین ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”اللہ وہ ہے جس نے ان پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا کہ وہ ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تلاوتِ آیات اور تعلیمِ کتاب و سنت کے ذریعہ صحابہؓ کا تزکیہ فرماتے تھے۔ تطہیرِ فکر و تعمیرِ سیرت افرادِ امت کو اسی طرح حاصل ہوتی ہے۔ آپؐ صحابہؓ کو وعظ و نصیحت بھی فرماتے تھے، اور ان کی نگرانی کرتے تھے۔ یہ اسلام کا مقصد اول ہے۔

اَرْكَانُ الْاِسْلَامِ كَاَقِيَامِ اسلامی حکومت کی دوسری غرض ارکانِ اسلام کا قیام ہے۔ یعنی یہ کہ مسلمان ارکانِ اسلام کے

پابند ہو جائیں۔ ان ارکان کے ذریعہ ان کے اندر صحیح اسلامی زندگی پیدا ہو اور ان کے افکار و اعمال اسلامی احکام و قوانین کے سانچوں میں ڈھل جائیں۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

و دیگر اقامتِ ارکانِ اسلام است زیرا کہ مستفیض شد کہ اقامتِ جمیع و اعیاد و جماعت خود میگردند و نصب امام در ہر محلے میفرمودند و اخذِ زکوٰۃ و حرف آں بر مصارف نمودند و مجال را برائے این معنی منصوب می ساختند و پنجین شہادت بر ہلالِ رمضان و ہلالِ عید می شنیدند و بعد ثبوت شہادت حکم بہ صوم و فطری فرمودند و حج را خود اقامت نمودند ترجمہ۔ دوسرے مقصد ارکانِ اسلام کا قیام ہے جیسا کہ ثابت اور معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیدوں، جمعوں اور پنجوئے نمازوں کی امامت خود فرماتے تھے۔ ہر محلے میں امام مقرر فرماتے، لوگوں سے زکوٰۃ لیتے اور اس کے مصارف پر صرف فرماتے۔ اس کے لئے عمال کو مقرر فرماتے اسی طرح

رمضان اور عید کے چاند کی شہادت سنئے اور ثبوت کے بعد روزہ بانظر کا حکم دیتے اور حج کو خود قائم کرتے۔ اسی طرح یہ بھی واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کی تیاری کا حکم دیتے امراء مقرر کرتے، جیوش کو ترتیب دیتے، مقابل کی طرف پہنچتے، ان کو احکام و ہدایات دیتے، مقدمات کا خود فیصلہ فرماتے، قاضیوں کو مقرر کرتے حدیں قائم کرتے۔ قابل تعزیر جرموں میں مجرموں کو سزا دیتے۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے۔

چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برحق اعلیٰ انتقال فرمودند واجب شد اقامت دین بہماں تفصیل کہ گزشت۔ ترجمہ۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رحلت فرمائی تو اقامت دین کا فریضہ اس تفصیل کے ساتھ جو گذر چکی امت پر واجب ہو گیا۔ (راتی آئندہ)

کوائف و کارکردگی حزب الانصار جامع مسجد بھیرہ

دارالعلوم عزیزیہ | دارالعلوم عزیزیہ میں پندرہ شعبان خفیں ہو چکی تھیں۔ اور دارالعلوم عزیزیہ میں طلباء کے آئندہ داخلہ کا اعلان بذریعہ اخبارات کر دیا گیا تھا۔ کثرت اللہ العزیز دس سوال المکرم کو دارالعلوم کا افتتاح ہو گیا۔ اور ۲۵ سوال تک داخلہ کھل رہا تھا۔ اس اعلان کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ کثیر تعداد میں طلباء کے خطوط موصول ہوئے۔ جن میں انہوں نے درخواست کی۔ کہ فلاں تاریخ کو پہنچ جائیں گے۔ ہماری گنجائش رکھی جائے۔ مگر نہایت انوس سے تحریر کرنا پڑتا ہے۔ کہ دارالعلوم عزیزیہ اپنی مقررہ تاریخ پر نہ کھل سکا۔ کیونکہ ۷ سوال کو اس قدر شدید بغیانہ آئی کہ جس کی سترہ سال میں نظیر نہیں ملتی۔ ہزاروں ایکڑ زمین تباہ ہو گئی۔ سیکڑوں عمارتیں منہدم ہو گئیں۔ ہزاروں کی تعداد میں لوگ بے خانمان و برباد ہو گئے۔ اور بھیرہ آٹھ دس روز کے لئے بیرونی دنیا سے کٹ گیا۔ آمد و رفت کے راستے تمام مسدود ہو گئے۔ ان حالات میں دارالعلوم کا افتتاح ۲۰ سوال المکرم کو کیا گیا۔ طالبان علوم دینیہ دور دراز سے آ رہے ہیں۔ عارضی سلیبس کے ماتحت تعلیم شروع ہو گئی ہے۔ انشاء اللہ العزیزہ فیقہہ کے پہلے سہفہ میں باقاعدہ درس و تدریس شروع ہو جائیگا۔

خوشخبری | ادارہ کی طرف سے نہایت مسرت سے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ گزشتہ رسائل میں ارباب خیر کی توجہ

اس طرف مبذول کرائی گئی تھی۔ کہ دارالعلوم عزیزیہ میں دورہ حدیث شریف شروع ہو چکا ہے۔ کثرت طلباء اور قلت کتب کچھ سے تکلیف کا سامنا ہے۔ اس درخواست سے متاثر ہو کر ہمارے مہربان اور رکن حزب الانصار

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب نے جناب محترم الحاج غلام محی الدین صاحب (باقی صفحہ ۲۰ پر)

وَلْيَعْلَمُوا أَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ مَنْ يُنْصَرُ وَلَا يَنْصَرُ بِالْجِبَالِ
 قَوْلُ الْحَدِيثِ فِيهِ نَبَأٌ شَدِيدٌ وَمَنْ يَدْعُوهُ لَنَا فِي نَفْسِهِ
 اور تازہ ہونے پر جانچ اس سے بڑا سخت ہے۔ اور تازہ ہے وہ بڑے لوگوں کے امداد تاکہ ظاہر کرے اللہ اس شخص کو کہ مدد دیتا ہے اس کو اور رسول اس کو
 کو بن دیکھے
 خاص ہر سالہ شمس الاسلام کے لئے
 (محترم امیر زیل صاحب مظہر شیدا سٹرڈل کول کر در تحصیل مری ضلع راولپنڈی)

نوید

مرد غازی لے کے پھر قرآن پاک
 پڑھ رہا ہے آج اَنُؤْنَا الْحَدِيدِ
 ہے یہ مردان مجاہد کو پیام
 حق نے جو ہے میں رکھا باس شدید
 سر فرشتان رسول اللہ کو
 پھر بلا ایمان خالد بن ولید
 آہ۔ بہر لالہ زار کا شہر!
 کس قدر ازراں ہوا خون شہید
 نعرۂ تکبیر و ضرب لا الہ
 ہے یہی نصر من اللہ کی کلید
 باز تازہ شد بنائے سو منات
 زین دل محمود و رحمت تپید
 درۂ خیبر کی ادینچی گھاٹیاں
 ”مسلم ہندی“ کو دیتی ہیں نوید
 شیر زر کوئی ادھر سے آئیگا
 پرچم اسلام پھر لہرائیگا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جواہر پارے

حضرت زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کے پڑے میں ستر بیوند لگے ہوئے ہیں۔ میں روتا ہوا واپس اپنے گھر آیا۔ پھر جو بچلا تو راستہ میں حضرت نعم کو دیکھا۔ ان کے کندھے پر ایک مشک بانی کی تھی اور ان لوگوں کو راستہ سے ہٹاتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ میں نے پکارا کہ یا امیر المؤمنین فرمایا ابھی نہ بولو پھر تم سے کہو نہ سکا۔ میں ان کے ساتھ ساتھ گیا۔ تو دیکھا کہ وہ ایک بوڑھیا کے گھر گئے۔ ان کے چلے جانے کے بعد پھر ہم ان سے مکان پر ملے۔ اور ہم نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کیا بات تھی۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے جانے کے بعد دم اور ناس کے قاصد میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ آپ کے علم و فضل اور عدل پر تمام لوگ متفق ہیں۔ اس سے میرے نفس کو کچھ خیال پیدا ہوا۔ لہذا یہ کام میں نے کیا۔ تاکہ وہ خیال دفع ہو جائے۔

امام باقرؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ چلے جا رہے تھے۔ اثناء راہ میں حضرت علیؓ مل گئے اور ان کے ساتھ حسن و حسینؓ بھی تھے۔ حضرت علیؓ نے سلام کر کے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور حسنین ان کے دونوں جانب کھڑے ہو گئے۔ اس وقت حضرت عمرؓ بیکریہ کی حالت طاری ہو گئی۔ حضرت علیؓ نے پوچھا یا امیر المؤمنین آپ کیوں رو رہے ہیں۔ فرمایا اے علیؓ مجھ سے زیادہ کس کو رونا چاہئے۔ اس امت کا کام میرے متعلق کیا گیا۔ حالانکہ میں نہیں جانتا کہ اچھا کام کرتا ہوں یا برا۔ حضرت علیؓ نے کہا خدا کی قسم آپ بہت انصاف کرتے ہیں۔ مگر ان کا رونا موقوف نہ ہوا حسنین نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ اے میرے بھتیجے کیا تم دونوں اس بات کی شہادت دیتے ہو۔ وہ دونوں حضرت علیؓ کی طرف دیکھنے لگے حضرت علیؓ نے فرمایا تامل کیا کرتے ہو۔ تم دونوں بھی اسکی گواہی دو۔ اور میں بھی اس کی گواہی دوں گا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رات کو نکشت کر رہے تھے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ ایک خیمہ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ اس سے باتیں کرنے لگے۔ کہ تم اس ٹک میں کیسے آئے کیا بات ہے۔ اسی اثناء میں خیمہ کے اندر سے کراہنے کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا۔ یہ کیا۔ اعرابی نے کہا کہ آپ کے لائق کوئی بات نہیں ہے۔ ایک عورت کو درد زہ ہو رہا ہے۔ پس حضرت عمرؓ اپنے مکان میں اور اپنی

بیوی ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کپڑے پہن لو۔ اور میرے ساتھ چلی آؤ۔ پس اس اعرابی کے خیمہ میں لے گئے اور کہا اس عورت کو اجازت دو۔ تو یہ کچھ خدمت کر دیگی چنانچہ ام کلثوم اندر گئیں تھوڑی دیر کے بعد ام کلثوم نے کہا یا امیر المومنین اپنے دوست کو فرزند کی بشارت دیجئے۔ جب اس اعرابی کو معلوم ہوا کہ یا امیر المومنین ہیں۔ تو حیران ہو گیا اور معذرت کرنے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ صبح کو تم ہمارے پاس آنا۔ چنانچہ وہ آیا حضرت عمرؓ نے اس کے بچہ کا وفیہ مقرر کر دیا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے خطبہ میں فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دیتا ہے جس کو چاہتا ہے ایک زمانہ تھا کہ میں اسی وادی میں اپنے والد کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ ان کا مزاج ذرا سخت تھا وہ مجھ سے ذرا سخت کام لیتے تھے اور ذرا سے قصور پر مجھے مارتے تھے۔ اور ایک زمانہ اب ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کا مجھے خوف نہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مدینہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو انہوں نے دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھا رہا ہے۔ اس سے فرمایا کہ اے بندہ خدا داہنے ہاتھ سے کھانا کھا اس نے کہا داہنا ہاتھ خالی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر دیکھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ پھر اُس سے فرمایا اے بندہ خدا داہنے ہاتھ سے کھانا کھا۔ اُس نے پھر وہی جواب دیا۔ اسی طرح پھر وہی سوال و جواب ہوا۔ پھر حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ داہنے ہاتھ کو کیا ہو گیا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ جنگ غزوہ موتہ میں کٹ چکا ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ اس کے پاس بیٹھ گئے۔ اور رونے لگے۔ فرمایا کہ تم کو وضو کون کراتا ہے اور تمہارا سر کون دھوتا ہے۔ تمہارے کپڑے کون دھوتا ہوگا۔ پھر حکم دیا کہ ان کو ایک غلام دیا جائے۔ اور ایک اونٹ غلہ کا بھرا ہوا۔ اور جو کچھ ان کو ضرورت ہو۔ یہ حالت دیکھ کر تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلا اٹھے۔ اور حضرت عمرؓ کے لئے دعائے خیر کرنے لگے کہ اللہ اکبر یہ مسلمانو! پر کیسے رؤف و رحیم ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے کوئی لشکر کسی مقام پر بھیجا۔ لشکر کے مقام مقصود پر پہنچنے کے بعد ایک روز مدینہ میں آپ بیک بیک پکارتے لگے۔ نہ سمجھے کہ کیا واقعہ ہے جبہ لشکر فتح و فخر کیا تھا واپس آیا۔ تو حضرت نے پوچھا کہ اس شخص کا تو حال کیا کر دجو کو تم نے پانی میں غرق کر دیا۔ اور وہ مجھ کو پکارتا تھا۔ سردار لشکر نے اقرار کیا کہ ہمارا اس میں قصور نہیں۔ ہم نے اسے پانی کا اندازہ کرنے کو پانی میں بھیجا۔ سردی کے باعث وہ مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا خیر میں اس وقت درگزر کرتا ہوں۔ مگر اب کبھی تم مجھ کو اپنی صورت نہ دکھانا۔

سجادہ نشین ترمینی شریف کی جامع مسجد بھیر میں ایمان افروز تقریر

اراکین حزب الانصار کی دعوت پر عمدۃ السالکین حضرت پیر سید غوث محمد صاحب قبلہ سجادہ نشین ترمینی شریف نے بعد از نماز جمعہ تقریر فرما کر مسلمانان بھیرہ مضافات کو شکریہ کا موقعہ عنایت کیا۔ باوجودیکہ باران رحمت کا نزول ہو رہا تھا۔ پھر بھی سامعین کی حاضری کافی تھی۔ آپ نے دوران تقریر میں دارالعلوم عزیزئیہ کے متعلق فرمایا۔ کہ اس مدرسہ کی بنیاد میں نے اپنے ہاتھوں سے رکھی تھی۔ آج خدا کے فضل و کرم سے اور بانی حزب الانصار کے خلوص کی وجہ اس رتبہ کو پہنچا کہ پاکستان کے تمام مدارس کے اساتذہ میں سے دارالعلوم عزیزئیہ کے اساتذہ ممتاز ہیں۔ اور تعلیم و دورہ حدیث شریف کے لحاظ سے نمایاں حیثیت ہے۔ تمام حضرات دعا کریں کہ اللہ کریم ہمارے عزیز مولانا افتخار احمد صاحب کو دینی خدمت کی بیش از پیش توفیق بخشے۔ اور آخر پر آپ نے دارالعلوم عزیزئیہ کے لئے اپنی جیب خاص سے امداد فرماتے ہوئے حاضرین سے بھی امداد کی اپیل کی آپ کی اپیل پر مبلغ چار صد روپیہ جمع ہو گئے۔ اور آئندہ کے لئے بھی مستقل امداد کرنے کی تلقین فرمائی:

ناظم دفتر

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انسان اور شیطان

(۳)

(اداسہ)

مشہور اہل سیاست اور شیطانی افکار و تخیلات

باری تعالیٰ عز اسمہ نے حضرت انسان کو اسلئے خلعت وجود سے نوازا تھا کہ وہ اس دنیا میں اپنے خالق و مالک اور معبود حقیقی کی معرفت حاصل کر کے صرف اسی کی بندگی اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کا نائب و خلیفہ، اشرف المخلوقات اور معزز و مکرم بن کر رہے۔ اپنے علم و عمل اور کمالات و محاسن کے جوہر دکھائے۔ اور دین و دنیا میں ہر طرح فائز المرام و شاد کام ہو۔

چنانچہ ابتدائے آفرینش میں ہی انسان کو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تیرا مقصد حیات خدا کی اطاعت و بندگی ہے۔ نفس و شیطان دونوں اس مقصد سے تجھے ہٹائیں گے۔ یہ راہ اطاعت کے ڈاکو اور گواہ ایمان کے دشمن و لاگو ہیں۔ ان سے ہوشیار رہو۔ نیز فرمایا گیا تھا کہ جو لوگ میری طرف سے آئی ہوئی بات کی پیروی کریں گے وہ ان دشمنوں سے محفوظ رہیں گے۔ بخوف زندگی کے مالک بنیں گے اور اپنے مقصد حیات کو پہنچیں گے۔ بار بار تاکید و ہدایت کی گئی کہ دیکھنا شیطان تمہارا دشمن ہے اسکی اطاعت و بندگی مت اختیار کرنا یہ پھر انسان کے سامنے اس نظریہ ہستی کو رکھا تھا کہ یہ سارا عالم ہست و بود جو ہمارے گرد و پیش پھیلا ہوا ہے۔ اور جس میں ہمیں ایک وقت مقررہ تک رہنا اور استفادہ حاصل کرنا ہے۔ دراصل خالق ارض و سما کی ایک محیر العقول و عظیم الشان سلطنت ہے۔ وہی اس کا مالک و مدبر ہے۔ وہی اس کا خالق ہے۔ وہی اس کا واحد حاکم ہے۔ اس دنیا میں اُسی کا حکم و قانون چلنا چاہئے۔ اور فطری طور پر چل رہا ہے۔ یہاں کی ہر چیز اسی کے تابع اور اختیارات بالکل اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

انسان اس مملکت میں پیدا انشی رعیت اور بندہ ہے۔ اس نظام حکومت کے اندر کسی انسان کو خود مختاری، غیر ذمہ داری، حکمرانی اور قانون سازی کا حق حاصل نہیں۔ اس کا کام صرف یہ ہے کہ مالک الملک کی طرف سے جو ہدایت آئے اسکی پیروی کرے، وحی الہی جو حقوق و اختیارات مقرر کرے انہی کی حد تک آزادی، خود مختاری اور اختیار طینتری کا ثبوت دے۔

ہر انسان کو ایک حد کے اندر آزاد و خود مختار بنایا گیا ہے۔ اگر وہ اپنے خالق و مالک سے بغاوت کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ قدرت کی طرف سے اسکی بھی قدرت مل جاتی ہے۔ ذرا تلخ بہم پہونچا دئے جاتے ہیں۔ بہت دے دی جاتی ہے۔ ثمرات و عصیان کی آخری حد تک پہونچنے کی لمبی ٹھیل دی جاتی ہے۔ اور اسے بغاوت میں ترقی و کامیابی حاصل کرنے میں کوئی رکاوٹ پیش نہیں آتی۔

اگر انسان اپنے محبوب و حقیقی کو چھوڑ کر اپنے فرضی خیالی اور وہی خدا کو ماننا چاہے اور ان کی بندگی اختیار کرے تو اسے زبردستی اس امر سے نہیں روکا جاتا ہے۔ پوری آزادی دے دی جاتی ہے۔ کہ انسان جس کو چاہے اپنا خدا بنائے۔ جس کی چاہے بندگی کرے اور اپنی پسند کے مطابق جس کو چاہے پوجے وہ خدا کی بغاوت میں بھی آزاد اور اطاعت میں بھی آزاد ہے۔ اگر بغاوت کی راہ اختیار کرے تو قدرت اور قدرت کی کامیابی کی راہیں کھول دیتی ہے۔ اور اگر اطاعت کے راستہ پر چلے تو اور قدرت کی کامیابی کی راہیں کھول دی جاتی ہیں۔ دونوں کے انجام و مال کا حقدار وہ خود ہوتا ہے۔ دونوں کا نفع و نقصان اسی کو پہونچتا ہے۔ عذاب و ثواب کا باعث وہ خود بنتا ہے۔

اس مالک الملک نے اس آزادی کیساتھ یہ انتظام بھی اپنی کائنات میں جاری کر رکھا ہے کہ بغاوت و اطاعت دونوں صورتوں میں رزق برابر ملتا ہے۔ آسمان و زمین کے خزانے کا فرد و مومن سب کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ سامان زندگی، وسائل کار اور اسباب عیش و راحت سب کو حسب فکر و عمل اور حسب حیثیت سب کو دئے جاتے ہیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کسی مجرم و باغی کو اس کے جرم کی پاداش میں اسباب راحت اور سامان زندگی سے محروم کر دیا جائے۔

خالق کائنات کا یہ طرز عمل اپنے بندوں کیساتھ صرف اسلئے ہے کہ اس نے انسان کو عقل، تیز شعور، ہدایا، استبطاء، تحقیق و اکتشاف، ایجاد و اختراع ارادہ اور اختیار کی جو قوتیں دی ہیں اور اپنی بے شمار مخلوقات پر اس کو حاکمانہ تصرف اور خلافت بخشی ہے۔ اس میں وہ اس کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ اس آزمائش کی تکمیل کے لئے عالم حقیقت پر غیب کا پردہ ڈالا گیا ہے۔ تاکہ انسان کی عقل کا امتحان ہو۔ اسے انتخاب کی آزادی بخشی گئی ہے۔ تاکہ معلوم کیا جاسکے کہ وہ حق کو جاننے اور ماننے کے بعد کسی مجبوری کے بغیر اپنی رضا و رغبت سے اس کی پیروی کرتا ہے۔ یا خواہشات کی غلامی اختیار کر کے اس سے منہ موڑتا ہے۔ یہ دنیوی زندگی چونکہ آزمائش کی جہت ہے اسلئے یہاں نہ حساب و گرفت ہے اور نہ جزا و سزا۔ یہاں انسان کو کچھ ملتا ہے وہ کسی نیک عمل کا انعام نہیں ہوتا بلکہ امتحان ہوتا ہے اور جو مصائب و تکالیف اور شدائد و محن پیش آتے ہیں وہ بھی کسی عمل بد کی سزا نہیں ہوتی بلکہ قوانین طبعی کا ظہور ہوتا ہے۔ اصلی حساب و کتاب، فیصلہ اور

جزا و سزا کا ظہور قیامت کے دن ہوگا۔ یہ تھے وہ حقائق و معارف، زندگی کے حقیقی معاملات و مسائل اور اس کار کا وحیات کے اصول و ضوابط جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے تمام انبیاء علیہم السلام انسانوں کو سمجھاتے رہے۔ انکو نفس و شیطان کی بندگی کے دام فریب سے نجات دلا کر اللہ کی بندگی کی طرف بلاتے رہے اور ان کو بغاوت و اطاعت پر ڈراتے اور خوشخبری دیتے رہے۔ مگر نفس و شیطان کے چاروں نے ایک یہ سنی۔ شیطان نے ان کو ہمیشہ سیاسی حکام اور مذہبی پیشواؤں کا پرستار ہی بنائے رکھا۔ برادری کے رسم و رواج اور پرزے بزرگوں کی اندھی تقلید کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ اور نفس نے ان کو خواہشات کی غلامی پر پختہ کئے رکھا۔ نوبت بایںجا رسید کہ ساری دنیائے انسانیت مغربی تہذیب و تمدن اور ایجاد و دہریت کا شکار بن گئی۔ شیطان نے انسانوں کو انسانوں کا پرستار، نفس کا خادم اور ملک و قوم کا پیاری کیسے بنایا۔ اس کو حضرت علامہ اقبالؒ کے اچھوتے تخیل کی روشنی میں خود شیطان ہی کی زبانی سنئے۔

ابلیس کی مجلس شوریٰ

پس منظر۔ مغربی تہذیب و تمدن کے عروج و ارتقاء اور مقبولیت سے پہلے۔ شیطان نے انسانوں کو انسانوں کے ذریعہ گمراہ، خراب اور تباہ و برباد کیا اور انسانوں کو شخصیت پرستی کے جال میں اس بُری طرح پھنسا یا کہ ان کو حق پرستی سے نفرت ہو گئی۔ اس گمراہی سے بے شمار گمراہیاں اور خرابیاں پیدا ہوئیں جو آج تک دنیا بھر کے انسانوں کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ جن انسانوں نے انسانوں کو گمراہ کیا اُن کو باطل پرستی کی راہ پر لگایا۔ وہ تین گروہ ہیں۔ ارباب سیاست یعنی بادشاہ اور حکام دوسرا۔ سرمایہ دار و امرا۔ تیسرا۔ مذہبی پیشوا۔ یہی تین گروہ انسانوں پر چھائے رہے۔ بادشاہوں نے اپنی حکومت کے ذریعہ انسانوں سے اپنی خدائی منوائی۔ سرمایہ داروں اور مہاجنوں نے اپنے سرمایہ کی طاقت سے انسانوں سے اپنی بندگی کرائی اور مذہبی پیشواؤں نے اپنی برحمت و پابانیت کے ذریعہ انسانوں کو اپنا غلام اور اندھا عقیدہ مند بنایا۔ یعنی مذہب و سیاست دونوں کو غرض مندوں اور سکاروں نے خراب کیا۔ شریعوں، نااہلوں، ناسقوں اور نفس پرستوں کے لئے حصول عز و جاہ اور حصول دولت و اقتدار کا بہترین اور آسان ترین آلہ کار مذہب و سیاست ہیں۔ عوام مذہب و سیاست کے نام پر بڑی آسانی سے بیوقوف بنائے جاسکتے ہیں۔ حضرت علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ خداوند! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطان بھی عیاری

درویشی اور سلطانی کی عیاری نے تمام دنیا کے انسانوں کی نگاہوں سے صحیح اسلامی فقر و تصوف اور سبکدوشی اور عبادت کو اوجھل کر رکھا ہے۔

دنیا نے انسانیت کی سب سے بڑی بدبختی و محرومی یہ ہے۔ فلاح انسانی کے علمبردار مسلمان بھی دنیا کی دوسری گمراہ قوموں کی طرح شخصیت پرستی، نفس پرستی اور دنیا پرستی کے پرزے امراض میں مبتلا ہیں۔ خلا فراموشی اور خود فراموشی کا شکار ہیں۔ جہاں دنیا کی تمام قومیں مادہ پرستی کے سیلاب میں بہہ رہے ہیں۔ وہاں مسلمان بھی اسی سیلاب میں ڈبکیاں کھا رہے ہیں۔ دنیا میں آج کوئی ایسی قوم موجود نہیں جو بحیثیت اجتماعی سے دنیا والوں کو مذہب و اخلاق کا صحیح نمونہ دکھائے اور گرتی ہوئی انسانیت کو تباہی سے بچائے، انسانیت کی بربادی اور اخلاق کی تباہی اس طرح ہوئی کہ مسلمانوں کی مذہبی اخلاقی معاشرتی اور تمدنی بد حالی اپنی انتہا کو پہنچ گئی، وہ اسلام کے صحیح فکر و عمل سے محروم ہونے کی وجہ سے منصب امانت سے گر گئے۔ اس اسلامی تخیل سے کہ

۱۔ اسلام دین و دنیا دونوں کا جامع ہے جیسم و روح دونوں کی نفاست و طہارت اور تہذیب و دانش کی کا پر و گرام دیتا ہے۔

۲۔ مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یعنی صرف عقائد و عبادات کے مجموعہ کا نام نہیں بلکہ فرد اور جماعت دونوں کی زندگی کے ہر پہلو اور ہر شعبہ میں کامل رہنمائی کر سکتا ہے۔

۳۔ دنیا سے تمام ظالمانہ و مفسدانہ نظامات کو مٹا کر دنیا میں اپنا عادلانہ و مصلحانہ نظام قائم کرنا چاہتا ہے۔
۴۔ اس انقلاب کو برپا کرنے کے لئے وہ ہر ہر فرد میں دین و اخلاق کی صحیح روح اور اسلامی سیرت و کردار پیدا کرنا چاہتا ہے۔

۵۔ مسلمانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دنیا کے تمام نظاموں، تحریکوں، فلسفوں اور غیر اسلامی انکار و اعمال سے اپنے آپ کو محتنب رکھیں اور سختی و پابندی کیساتھ اسلام کی صراطِ مستقیم پر چمے رہیں۔

ان کے دل و دماغ خالی اور محروم ہو گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مادی حکومت و اقتدار اور دنیوی قیادت و رہنمائی کی عنان بالکلیہ مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل کر اقوامِ یورپ کے ہاتھ آ گئی۔ اقوامِ یورپ نے عنانِ قیادت سنبھال کر اپنے سیاسی اقتدار، چمکیلی تہذیب، اور دین و اخلاق سوز نظامِ تعلیم سے ساری دنیا میں اتحاد و نفس پرستی کو پھیلا دیا۔ اگر مسلمان صحیح اسلامی تخیل اور دین و اخلاق کی روح سے محروم نہ ہوئے تو نہ اقوامِ یورپ کو دنیا میں مادی غلبہ حاصل ہوتا اور نہ دنیا میں ظلم و فساد پھیلتا۔ مسلمانوں کا زوال و انحطاط نہ صرف مسلمانوں کے بلکہ تمام دنیا نے انسانیت کو اخلاقی اعتبار سے تباہ کر گیا۔

اگر ہم مسلمانوں کے زوال اور اقوام یورپ کے مادی غلبہ کا تجزیہ کریں اور قرآنی اصطلاحات کی روشنی میں گفتگو کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ ایک طرف تو شیطان نے مسلمان لیڈروں کو تہذیب مغرب کا پرستار اور مذہبی پیشواؤں کو نفی و کلامی جتنوں میں الجھا کر امت مسلمہ کو دینی روح اور اسلامی تخیل سے محروم کیا دوسری طرف فرنگی کو ملوکیت کا خواب دکھایا۔

فرنگی ملوکیت اور بندہ مومن

یہ عناصر کا پرانا کھیل یہ دنیائے دوں ساکنان عرشِ عظم کی تمناؤں کا خو اسکی بربادی پہ آج آمادہ ہے وہ کار ساز
مینے دکھلایا فرنگی کو ملوکیت کا خواب مینے توڑا مسجد و دیر و کلیسا کا فسوں
سرزمین مغرب سے فرنگی ملوکیت بصد جاہ و جلال و بصد جبر و استبداد اٹھی اور ساری دنیا پر قہر خداوندی بٹکر چھا گئی۔ دنیا کی تمام کمزور و نادان قوموں نے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دئے۔ یہ ملعون ملوکیت جہاں بھی پہنچی اپنے نظامِ تعلیم سے محکوم قوموں کے دل و دماغ سے مذہبی اثرات اور دینی جذبات و حسیات کو مٹا کر وفاداری و اطاعت کیشی کی روح پھونک دی۔ اور مذاہبِ عالم نے مسجد اور دیر و کلیسا کے ذریعہ انسانوں میں جنینی روحانی پاکیزگی اخلاقی طہارت اور مذہبی روح بیدار کی تھی، اس کو اپنی مادہ پرستی اور افادیت پسندی سے ختم کر دیا۔

فرنگی ملوکیت نے اپنی تہذیب، اپنی سیاست، اپنے تمدن اپنی عقل اور اپنے علم سے دنیا بھر میں لاد مذہبیت اور نفس پرستی کو پھیلایا۔ تہذیب و ترقی کے نام پر لوگوں کو جھوٹ، بے ایمانی، دغا بازی، مکاری اور خود غرضی سکھائی۔ نیکی سے نفرت اور بدی سے محبت کرنے کا سبق دیا۔ مذہب و اخلاق کا مذاق اڑانا فیشن پرستی میں داخل کیا۔ سہ عورت کو پبلک پراپرٹی اور ہر مرد کو قوم کی امانت سمجھایا۔ مسجدیں، مندر اور کلیسا ویران اور کلب گھر، جوئے خانے، شراب خانے اور سینما گھر آباد کئے۔ خدا کا نام لینا بدترین جرم قرار دیا۔ نتیجہ یہ کہ ہر شخص لاد مذہبیت، اور فرعونیت کا مجسم بن گیا۔ دنیا میں خدا کے بندوں کی بجائے ہر طرف نفس کے بندے اور انسان کی صورت میں بھیڑیے، شیر، چیتے، لگدھے، سانپ، بچھو اور مور نظر آنے لگے اور دنیا کا انتظام و انصرام فرعونوں، فرودوں اور تاروٹوں کے ہاتھ آ گیا۔

فرنگی ملوکیت سے دنیا کے تمام مذاہب کا بے اثر ہو جانا اور مذہب والوں کا بگڑ جانا تو کوئی مشکل اور تعجب کی بات نہ تھی۔ ان مذاہب میں اور ان کے علمبرداروں میں اپنی جان اور سکت ہی نہ تھی کہ وہ فرنگی ملوکیت کے مقابلہ میں ٹھہر سکتے مگر غصیب تو یہ ہوا کہ وہ بندگانِ الہی جن کے پاس قرآن حکیم، احادیث و رسول اللہ

اور سیرت صحابہ کا سرمایہ رشد و ہدایت تھا اور جس کے ذریعہ وہ فرنگی لوکیت کا تار و پود بکیر سکتے اور تمام طاغوتی طاقتوں کا کامیاب مقابلہ کر سکتے تھے۔ وہ بھی لوکیت کے بندے بن گئے۔ ان کے دنیا پرست مولویوں پیروں لیڈروں اور بنیستی نبیوں نے انکو خدا کی بندگی سے ہٹا کر انگریز کی بندگی سکھا دی۔ اور حق پرستی کی جگہ حکومت پرستی کا نشہ چڑھا دیا۔ دیکھا آپ نے شیطان والیس نے فرنگی کو لوکیت کا خواب دکھا کر دنیا میں کیا کیا کارنامے انجام دیے۔ اور اقوام عالم کو کس بری طرح اپنے دام میں پھنسا یا بعد فخر و اناخت کہتا ہے۔

سرمایہ داری کا جنوں

میں نے ناداروں کو سکھایا سبق تقدیر کا
میں نے منع کر دیا سرمایہ داری کا جنوں
کون کر سکتا ہے اسکی آتش سوزاں کو سرد
جس کے ہنگاموں میں ہوا ابلیس کا سوز و درد
جکی شاخیں ہوں ہماری آبیاری سے بلند
کون کر سکتا ہے اسی نخل کہن کو سرنگوں
پہلے شعور کی صبح روح سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ آپ تہذیب و تمدن کی حقیقت سے واقف ہو جائیں۔

آج دنیا کی تمام تہذیب و ترقی یافتہ اقوام و افراد کی زبان پر بار بار تہذیب و تمدن کا نام آتا ہے۔ بچارے نامہ تہذیب و تمدن اور نادان و بے سمجھ انسان ان بھاری بھر کم الفاظ سے ہم کر رہ جاتے ہیں اور اپنی زندگی کا اندوختہ اپنے آقاؤں کے قدموں میں لاکر ڈال دیتے ہیں۔

وہ تہذیب و تمدن جسے انبیاء علیہم السلام نے انسانوں کو سکھایا تھا۔ اور جس کے ذریعہ ان کو صحیح معنوں میں انسان بنایا تھا۔ وہ یہ تھی کہ تمام انسان اس دنیا میں خدا کے بندے بن کر رہیں، نفس کے رواج کے اور انسانوں کے بندے نہ بنیں۔ یعنی زندگی کے تمام معاملات و مسائل اور تمام شعبوں میں احکام الہی کے مطابق زندگی بسر کریں۔ افراد انسانی بل جمل کر ایک جگہ رہیں، پورے قبیلہ، پورے بستی، پوری قوم اور پوری انسانیت کو ایک شکل تصور کریں۔ جس کے وہ الگ الگ جزو ہیں۔ ہر جزو اس کل کی بہبودی اور رفاه کے لئے کام کرے۔

اور کل اپنے ہر ہر جزو کے لئے جان دے۔ فرد اور جماعت میں صحیح و مضبوط ربط و ضبط قائم رہے محنت و مشقت اور کام کریں سب بل کر اور فائدہ اٹھائیں تو سب۔ بے ایمانی، بددیانتی، احمق بن اور خود غرضی سے سب کے دل و دماغ پاک ہوں تمام افراد انسانی بھائی بھائی بن کر رہیں۔ ایک دوسرے کی جان و مال اور عزت و آبرو کے خیر خواہ و محافظ بنے رہیں۔ اپنے آرام اور اپنے فائدہ کے ساتھ ساتھ دوسروں کے آرام و فائدہ کو بھی مد نظر رکھیں۔ یہ ہے صحیح اور حقیقی تہذیب۔

لیکن جب انسانوں نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت سے منہ موڑا۔ الحاد و دہشت

کا طوطی بولا اور لادین سیاست کا بول بالا ہوا تو فرنگی طو کیت نے جس تہذیب کو خم دیا۔ اس کی بنیاد اس اصول پر رکھی گئی ”اپنے نفس کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچاؤ“ تہذیب، اخلاق، آخرت اور نیکی کا خیال اپنے نزدیک نہ آنے دو۔ دوسروں کی کمائی اور محنت سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔ رزق برق لباس پہنو، عمدہ عمدہ کھانے کھاؤ، نفس کے خادم بن جاؤ اور خود کشیم ادرسونے کے ماروں کی ایک گٹھڑی بن جاؤ“ یہ ہے وہ تہذیب جس کا آج دنیا میں غلبہ ہے۔

اس بے دین اور لعنتی تہذیب نے انسانوں کو وہ طبقوں میں منقسم کیا۔ غرباء اور امراء یا مزدور و سرمایہ دار امراء کے طبقہ کو اعلیٰ طبقہ اور غریبوں و محنت کشوں کے طبقہ کو ادنیٰ طبقہ کہا جاتا ہے۔ یہ اعلیٰ طبقہ اپنی طبقہ کی کے اندر سے نکلا ہے۔ آسمان سے نہیں ٹپکا اور نہ زمین سے نکلا۔ یہ طبقہ اپنی ذاتی کوشش قابلیت، محنت اور ایمانداری کی بدولت نہیں نکلا۔ بلکہ اس طرح ابھرا کہ اس نے محنت کرنے سے اپنے آپ کو بچایا اور فائدہ زیادہ سے زیادہ حاصل کرنا چاہا۔ خود محنت سے جان چرائی اور اپنا بار دوسروں پر ڈال دیا۔ تہذیب و مساوات سے بغاوت کی ان اہدیلوں اور حکام چمدوں کا نام سرمایہ دار اور اعلیٰ طبقہ ہو گیا۔

ان مفت خوروں نے کام سے بھاگت اور فائدہ زیادہ حاصل کرنا چاہا۔ اس لئے اس نے ایسے ایسے ذبیحے وسیلے اور جیلے سوچنے شروع کئے کہ کام بھی نہ کرنا پڑے اور عیش و راحت بھی میسر آجائے یا تو ملائے بغیر دولت کے انبار لگ جائیں۔ بغیر کسی استحقاق کے حکومت و اقتدار مل جائے اور احدی بن پر بھی تہذیب و تمدن کا پردہ پڑا رہے۔

ان اہدیلوں کی جماعت کا نام ہی سرمایہ دار ہے۔ اس سرمایہ دار طبقہ نے اپنی تدبیروں، ترکیبوں، چالاکیوں اور مکاریوں سے زیادہ سے زیادہ دولت پیدا کر لی۔ غریب اور مزدور لوگ چونکہ محنتی، ایماندار سادہ لوح اور حالات زمانہ سے بے خبر ہے اسلئے سرمایہ داروں کی حیلہ سازیوں پر انہوں نے کوئی شک نہیں کیا۔ ان کے حقہ کا کام بھی آپس میں بانٹ لیا سرمایہ داروں کو غریبوں کی ایمانداری اور سادہ لوحی و بوقوفی سے پورا پورا موقع مل گیا کہ یہ اہدیلوں اور حکام چمدوں کو اے حاضر لوگوں کی نسل حکمرانی و قانون سازی کی مالک بن جائے۔ ملک اور قوم کے لئے من مانے ضابطے اور قانون بنائے اور ایسا نظام حکومت استوار کرے کہ محنت و مشقت کو کریں قوم کے نیک اور ایماندار لوگ اور جیسے بھریں یہ نکستے، اعدی اور کام چور۔

ان نمکھروں اور نفس پرستوں نے ملک و قوم سے غداری اور مکاری کر کے جس تہذیب کی بنیاد رکھی وہ دراصل قوم کی تخریب کے مترادف تھی۔ اور یہ ہے وہ سرمایہ داری کا جنوں جو ابلیس نے اپنے شاگردوں کو بخشنا۔ یہی سرمایہ دار طبقہ ہے جس نے ساری دنیا کے غریبوں اور مزدوروں کو اپنی حکومت و سیاست

اور تدبیر و دانش سے جاہل، بے عقل، بے علم، بے شعور، اور بے خلعت، بگندہ، غلیظ اور بدتمیز بنا رکھا ہے۔ اس سرمایہ داری کا قیام و بقا ہی اس امر پر ہے کہ غریب جاہل و بے عقل اور بدتمیز و بے شعور ہی ہیں تاکہ کام چوروں کو حکومت کرنے اور زندگی کے مزے لوٹنے کا موقعہ میسر رہے۔ سرمایہ دار حکومتیں اپنا سارا زور سیاست، زورِ علم اور زورِ خطابت و ضخافت اس امر پر صرف کرتی ہیں کہ غریبوں میں عقل و شعور نہ آنے پائے۔ انہیں اصل حقیقت کا علم نہ ہونے پائے اور انکو غلامی پر راضی رکھا جائے۔ اس کے لئے مساواتِ عدل و انصاف، امن و تہذیب اور ترقی و راحت کے بلند بانگ دعوے کئے جاتے ہیں۔ غریبوں کی ہمدردی کے دم بھرے جاتے ہیں اور ان کو بڑی بڑی امیدوں کے جال میں پھنسا یا جاتا ہے۔

ان تدبیروں اور چالاکیوں کے باوجود اس بات کا خطرہ رہتا ہے کہ کہیں غریب و نادار اپنے مسلسل و پیہم مصائب و آلام اور افلاس و ناداری سے تنگ آکر کہیں سرمایہ داروں پر نہ لوٹ پڑیں اور ان کی چالاکیوں و مکاریوں کا پردہ نہ چاک ہو جائے۔ اس کی روک تھام کے لئے ابلیس نے ناداروں کو یہ پٹی بڑھا دی کہ اگر دنیا میں چند مٹھی بھر انسان قارون بنے ہوئے دنیا میں جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور ان کے کتوں تک کھانے کے لئے تو بس و کمین ملتے ہیں اور دوسری طرف کروڑوں انسان ایسے ہیں جن کو تن ڈھانکنے کو کپڑا اور پیٹ بھرنے کو روٹی تک انہیں ملتی تو یہ قدرت ہی کا انتظام ہے۔ یہاں دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کو بھجباں رزق و دیدیتے ہیں اور کسی کو دانے دانے کو ترسائے ہیں یہ تقدیر کا معاملہ ہے۔

(باقی آئندہ)

(لئیہ صفحہ نمبر ۱۸ کو الٹی) وہاں پر حزب ال انصار کی طرف سے شمس الاسلام تبلیغی خدمت سرانجام دے۔ بفضلہ تعالیٰ شمس الاسلام آج تک اسی نیک مقصد میں پیش پیش کی گئی تاہم شمس الاسلام سے درخواست کی جاتی ہے کہ شمس الاسلام کا حلقہ خریداری کر کے ثواب حاصل کریں۔ مندرجہ ذیل حضرات نے شمس الاسلام کئے خریدار بنائے۔ اللہ کریم ان کو جزائے خیر دے۔ مولوی سلطان احمد صاحب پناہوی۔ مولوی حکیم برکات احمد صاحب بگوی۔ جہاں اللہ احسن الجزاء

مذکورہ بالا سطوح میں عرض کر چکا ہوں کہ، قریشی المکرم کو دیا نے جہم میں جو طینیائی آئی ہے اس کی قریب قریشی نہیں ملتی جن حضرات نے جامع مسجد کو دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ جامع مسجد بنیبت

شہر کے درے اوپر مقام پر ہے۔ طینیائی کے دلوں میں اس کے اوپر کھڑے ہو کر جب دیکھا گیا تو جہاں تک نگاہ پہنچتی تھی۔ بانی ہی بانی نظر آتا تھا۔ اس بانی نے مسجد اور دارالامامہ کو کافی نقصان پہنچایا۔ میونسپل کمیٹی کے سابق مشیر کو بلا کر دکھایا گیا کہ تقدیر جامع مسجد اور

دارالامامہ کا نقصان ہوا۔ اسکا نتیجہ درج ذیل ہے: تفصیل اندازہ لاگت خرچ مکانات متعلقہ جامع مسجد بھیرہ جو کہ طینیائی کی وجہ سے گر گئے یا نکتہ ہو گئے: (۱) جامع مسجد جو کہ طینیائی کی وجہ سے بھٹکتی ہوئی اور شہر کے ہونے میں اندازہ کم از کم ۱۰۰۰ روپے (۱۰۰۰ روپے) (۲) مصارف و خرچہ کر کے لائے عارف دارالامامہ (اندازاً) ۵۰۰-۵۰۰-۵۰۰

کتاب الاستفسارات

سوال۔ ایک شخص کہتا ہے کہ نماز میں جماعت کے ساتھ الحمد شریف کا پڑھنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر نماز نہ ہوگی اور عبادی شریف کا حوالہ دیتا ہے آپ فرمادیں ہم کیا کریں کیا امام کے پیچھے الحمد پڑھ لیا کریں یا نہ۔ اگر نہ پڑھیں تو کس حدیث کی رو سے اس حدیث صحیح ہو کسی قسم کی اس میں کلام نہ ہو۔

شیخ جمال دین منیاری فروش ننگانہ بازار قصبہ شاہ کوٹ ضلع شیخوپورہ

جواب از

مولانا محمد رمضان صاحب شوق نشی فاضل۔ کنڈیڈیٹ۔ مولوی فاضل۔ خیرپوری۔ حال قصور۔ جہلمی

الحمد لله وكفى وسلا وعلى عباده الذين اصطفى۔ اما بعد۔ قارئین کرام و محترم مفسر کی خدمت میں التماس ہے کہ مسائل مذکورہ مستفسروں میں علمائے کرام نے بڑے بڑے مناظرے کئے جنہیں ایسے قوی اور مضبوط دلائل سالمہ و برابرین قاطعہ کیساتھ عدم جواز فاتحہ خلف الامام و عدم جواز جہر یا تائین و عدم جواز رفع یدین سوئی التکبیر التحریم کے متعلق ذیل تین جواب دیئے گئے کہ معترضین کیلئے گنجائش انکار باقی نہ رہی۔ علاوہ ازیں فروعی مسائل پر علمائے کرام نے بڑی تحقیق کیساتھ بے شمار مفصل و دلائل مسائل و کتب تحریر فرمائی۔ تقریر و تحریر دونوں لحاظ سے جوابات کا حق ادا کر دیا۔ طلب علم کو جس سے مجال انکار نہیں اب علماء کرام کے مباحثات و محاکمات تقریر و تحریر۔ تالیف و تصنیف رسائل۔ پیش کردہ دلائل و برابرین سے معترضین پر حجت جواب تام ہو چکی ہے۔ اب بہ بحثیں فرسودہ۔ پھسکی اور بدر مزہ ہو چکی ہیں۔ لہذا اب جواب دینے کی ضرورت تو باقی نہیں تھی۔ کیونکہ حنفی کے لئے تو امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ کا اجتہاد کافی اور قابل حجت ہے۔ اور غیر مقلد کیلئے حجت جواب تام ہو چکی ہے۔ اب اگر معترض کی خواہش اصلاح ہو تو پہلے کتب متعلقہ مسائل مندرجہ کی طرف رجوع کرے اگر کتب و رسائل سے تشنہ کام رہے تو پھر سوال کا حق رکھتا ہے۔ دوسرے دو برابر حاضرین اس قسم کی تحریرات اور جوابات کو تشدد و افتراق کا باعث بنا کر اہلسنت کو مطعون کیا جائیگا خوف ہے

تاہم اس لئے مفسر کے استفسار پر شرعی مسائل کا جواب نہ دینا بھی تو معترضین کے نزدیک ہمارے کمزوری قنابت کرنے کے لئے حجت بن جائیگی۔ نیز عوام اہلسنت کا بھی شک و شبہ سے بچنا محال ہوگا۔ لہذا نہایت مختصر اور جامع مجمع احادیث و اقوال صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہر مسئلہ مستفسر کا جواب تحریر کیا جاتا ہے تاکہ عوام کے شکوک کا ازالہ اور راہ گم کردہ کیلئے رہنما ہو۔ جواب تحریر کرنے پہلے بطور حفظ و تاقدم یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ اس سے تنظیم اہلسنت پر الزام افتراق لگانا کی جرات نہ رکھئے کیونکہ اس وقت ہر فرقہ و گروہ مرزائی ہو یا شیعہ۔

المحدث ہو یا دیگر اپنی اپنی کامیابی کے لئے کوشاں ہے۔ جو قابل اعتراض نہیں مگر ہم پر ایک مستفسر کے جائز استفسار اور مشکک کے شکوک کا ازالہ کرنے کیلئے قطع نظر از تعصب و عناد خیر خواہانہ اور مشفقانہ جواب پر اگر اعتراض کیا گیا تو ان کا قتل اور ہماری آہ والا معاملہ ہو گا۔ اور یہ شعرا اس پر صادق آئے گا کہ وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا، ہم آہ بھی کرتے ہیں تو بن جاتے ہیں سودائی =

اب سنئے! احناف کے نزدیک عدم جواز فاتحہ خلف الامام کے متعلق جو دلائل اور براہین ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔ سب سے پہلے قرآن مجید اس کے بعد احادیث صحیحہ اس کے بعد اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے استدلال پیش کیا جاتا ہے۔

اَلَا سَمْعًا فَرَضَ بِالنَّصِّ وَيُرِيدُ بِهِ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِوا لَهُ وَالْفَتَاوَا لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ۝ قرآن مجید کا سننا نص قطعی کیسا تھ فرض ثابت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ جب پڑھا جائے قرآن پس سنو اس کو اور خاموش رہو۔ یہ آیت منع کرتی ہے بمقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنے سے اس واسطے کہ اس میں دو چیزوں کا حکم ہے ایک استماع (سننا) دوم انصات (خاموش رہنا) پس دونوں پر عمل کیا جاوے گا چونکہ امام تشری اور جہری دونوں نمازوں میں قرأت پڑھتا ہے تو لا محالہ مقتدیوں کو دونوں حالتوں میں چپ رہنا پڑے گا۔ جہری نماز میں دونوں حکموں پر عمل ہو گا اور سری نماز میں استماع نہیں تو انصات (چپ رہنا) پر عمل کیا جائیگا کَمَا قَالَ لَعَلَّكُمْ ابْنُ الْهَمَامِ فِي فَتْحِ الْقَدِيرِ فَإِنَّ الْمَطْلُوبَ مِنْ هَذِهِ الْآيَةِ أَمْرَانِ الْأَسْمَاعُ وَالْإِنْصَاتُ فَيُعْمَلُ بِكُلِّ مَنِهْمَا وَالْأَوَّلُ يُخَصُّ بِالْجَهْرِ وَالثَّانِي لَا يَجْزِي عَلَى إِطْلَاقِهِ فَيَجِبُ السَّكُوتُ عِنْدَ الْقِرَاءَةِ مُطْلَقًا أَنْتَهَى۔ وَقَدْ وَرَدَتْ أَحْجَاؤُنِي أَنَّ هَذَا الْآيَةَ نَزَلَتْ فِي الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْأَمَامِ۔ احادیث میں وارد ہے کہ یہ آیت دوبارہ قرأت خلف الامام کے نازل ہوئی چنانچہ تفسیر عمادین کثیر میں مرقوم ہے۔ قَالَ عَلِيُّ بْنُ طَلْحَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَوْلُهُ تَعَالَى وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

یعنی فی الصَّلَاةِ الْمَغْرُوبَةِ وَصِيَّةٌ اس سے ثابت ہو کہ جب نماز فرض میں قرآن پڑھا جائے تو سنو اور خاموش ہو جاؤ سیوطی نے درمنثور میں۔ لغوی نے معالم التنزیل میں۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہ آیت قرآن خلف الامام کے متعلق ہے۔ وَاخْرَجَ الْبَيْهَقِيُّ عَنِ الْمَجَاهِدِ (ص ۱۵۵) قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الصَّلَاةِ فَاتَمَعَ قِرَاءَةً قَتَّى مِنَ الْإِنْصَارِ فَنَزَلَ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِوا لَهُ وَالصَّلَاةُ لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ یہ بھی نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں قرآن پڑھ رہے تھے پس انصار کے ایک جوان کی قرأت سنی پس یہ آیت نازل ہوئی وَإِذَا قُرِئَ

یعنی جب پڑھا جائے قرآن تو اس کو سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔ وَعَلَيْهِ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ اِیْ عَلٰی تَرْكِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْاِمَامِ۔ ترک قراۃ خلف الامام پر صحابہ رضہ کا اجماع ہے۔ جیسا کہ کتب کثیر میں وارد ہے۔ مثلاً مؤطا امام محمد ص ۹۳ والحاوی ص ۱۲۹ وموطا امام مالک ص ۲۹ والبیہقی ص ۱۶۲ والدرقنی ص ۱۵۰ وغیرہما۔ وَاُخْرِجَ عَنِ الْاِمَامِ الْاِجْمَاعِ قَالَ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰی اَنَّ هٰذَا الْاٰیَةُ فِي الصَّلٰوةِ۔ لوگوں کا اجماع ہو چکا ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں ہے۔ (نافحہ خلف الامام) قال الحافظ ابن یتمیہ فی فتاواہ ص ۱۲۲ و ص ۱۲۴ قَالَ اَحْمَدُ اَجْمَعُوا عَلٰی اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ۔

سب کا اتفاق اس پر ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں نازل ہوئی۔ اب احادیث اور آثار صحابہ رضی اللہ عنہم ملاحظہ ہو۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَنَّهُ قَالَ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْاِمَامِ فَانْتَ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ (موطا) اس حدیث کے راوی تمام ثقہ اور معتبر ہیں خوف طولی نہوتا کہ بالتفصیل عرض کرتا۔ سو جب روایت ثقہ سے حدیث مذکور ثابت ہو چکی تو اب اس کے تسلیم میں کیا تا مل ہے۔ مگر مخالفین کی حجت قاطع کرنے کو ایک دور روایت صحیح کلام ابن ہمام سے اور بھی اس کی موید عرض کرتا ہوں قال احمد فی مستدرک اَخْبَرَنَا اسْحَقُ الْاِرَاقِيُّ ثنا سَفِيَانٌ وَشَيْكُ عَنْ مُوسَى بْنِ اَبِي عَالِيْشَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ شَدَادٍ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ مَنْ كَانَ لَهُ اِمَامٌ فَقَرَأَ الْاِمَامُ لَهُ قِرَاءَةً۔ یعنی جس شخص کا امام ہو تو اس کی قراۃ اس کی قراۃ ہے۔ ہذا الحدیث صحیح علی شیطہ الشیخین یہ حدیث بخاری و مسلم کے شرط کے مطابق صحیح ہے، ثم قال ورواہ عبد الحمید ثنا ابو نعیم ثنا الحسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس طریق ثانی سے علی شرط مسلم یہ حدیث صحیح ہے۔ ہر دو طریق جو عرض کئے ہیں قابل عمل و لائق اعتماد ہیں۔ عن ابی موسیٰ قال علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اِنَّا قُمْنَا اِیْ الصَّلٰوةِ فَلِیُوْثِقُکُمْ اَحَدُکُمْ وَاِذَا قَرَأَ الْاِمَامُ فَالْقُتُوْا اس رواہ احمد و مسلم و حدیث صحیح۔

ابی موسیٰ سے روایت ہے کہ سکھایا ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھڑے ہو تم طرٹ نماز کی پس چاہتے کہ امامت کمرے ایک تمہارا اور جب قرأت پڑھے امام تو خاموش ہو جاؤ (رواہ احمد و مسلم) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّمَا جُعِلَ الْاِمَامُ لِیُوْثِقَ بِہِ فَاِذَا کَبَّرَ قَبْرًا وَاِذَا قَرَأَ فَالْصُّعُوْا اس رواہ ابو داؤد۔ و نسائی وابن ماجہ و احمد و ہذا حدیث صحیح حضرت ابو ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ امام اس واسطے مقرر کیا گیا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جب تکیر کہے تو تم بھی تکیر کہو اور جب قرأت پڑھے تو خاموش رہو رواہ ابو داؤد۔ و نسائی

احمد ابن ماجہ۔ وَقَدْ رَوَى مُنْعَ الْقِرَاءَةِ عَنْ ثَمَانِينَ نَفَرًا مِنْ كِبَالِ الصَّحَابَةِ مِنْهُمْ الْمُتَرَفِّعُ
وَالْعَبَادَةُ الثَّلَاثَةُ دَاسَاتِهِمْ عِنْدَ أَهْلِ الْحَدِيثِ انْتَهَى۔ اور قرأت خلف الامام کی گمانت بڑے بڑے
انتہی صحابہ سے مروی ہے۔ ان میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود حضرت عبداللہ بن
عمر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں اور تمام کے اسماء محدثین پر واضح ہیں۔ پس
اتفاق کرنا ایسے ایسے صحابہ جلیل القدر کا بمنزلہ اجماع کے ہو گیا اسی کثرت کے اعتبار سے صاحب ہدایہ
نے کہا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے کچھ نہ پڑھے۔ وَذَكَرَ شَيْخُ الْإِسْلَامِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ
يَعْقُوبَ الْحَارِثِيُّ فِي كِتَابِ كَشْفِ الْأَسْرَارِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ عَشْرَةٌ
مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَهَوَّنَ عَنِ الْقِرَاءَةِ خَلْفَ الْإِمَامِ أَشَدَّ النَّهْيِ
الْبُيُكَرُ الصَّدِيقُ وَعُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ وَعُثْمَانُ بْنُ عَفَّانٍ وَعَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ
ابْنُ عَوْفٍ وَسَعْدُ بْنُ وَقَّاصٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ وَزَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ
وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ إِلَى آخِرِهِ مَا قَالَ شَيْخُ إِمَامِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَعْقُوبَ حَارِثِي فِي أَهْلِ كِتَابِ كَشْفِ الْأَسْرَارِ
مِنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زَيْدٍ بِنِ الْمِ الْمِ أَوْرَ الْمِ نِ اِيْنِ بَآپِ سِ رَوَايَتِ ذِكْرُ كِي هِي كِه دَنَلِ صَحَابِہِ نَبِي صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم كِه اِمَامِ
كِه مِچھي قِرَاةٔ پڑھنے كِه شدت سے منع فرماتے تھے۔ ان كِه اسماء حدیث ذكُور میں ملاحظہ كر لیں۔
عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ أَنَّهُ سَأَلَ نَزِيدَ بْنَ ثَابِتٍ عَنْ الْقِرَاءَةِ مَعَ الْإِمَامِ فَقَالَ لَا قِرَاءَةَ مَعَ الْإِمَامِ
إِلَّا فِي شَيْءٍ مَرَّةٍ مَسْلُومَةٍ۔

عن ابی جبرہ قال قلت لابن عباس اقرأوا ما أم بين يدي فقال لا۔ سواه الطحاوی۔
ابی جبرہ رضی عنہ حضرت ابن عباس رضی عنہ سے پوچھا کیا میں قرأت پڑھوں جبکہ امام آگے ہو آپ نے جواب دیا نہیں
(طحاوی) عن ابی وائل عن ابن مسعود رضی عنہما قال انصت للقرأة فان فی الصلوة اشعلا و
سککفیک ذالک الامام سواه الطحاوی دامنہ صحیح۔ امام طحاوی نے بندہ صحیح عن وائل عن
ابن مسعود روایت کی ہے۔ فرمایا خاموش رہ خاموش رہ قرأت پڑھنے سے پس تحقیق نماز میں مشغولیت ہے اور
اور تجھ کو یہ امام کافی ہے۔ نص قرآنی اور صحیح احادیث اور آثار و اقوال صحابہ سے معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے قطعاً
قرأت نہیں چاہئے۔ اور اخاف کا عمل صحیح احادیث اور سنت پر ہے۔ اچانکہ مخالفین کے پیش کردہ دلائل کا ذکر
کر دینا ضروری ہے تاکہ حقیقت واضح ہو جائے مفسرین حضرات اپنے دعوئے کے اثبات کے لئے دو قسم کی حدیث
پیش کرتے ہیں۔ (۱) صحیح غیر مرشح یعنی وہ احادیث جو صحیح الاسناد تو ہیں مگر ان سے مقصودہ مطلب ثابت
ہو سکے۔ (دوم) مرشح غیر صحیح یعنی وہ احادیث جن سے مطلب تو صاف ظاہر ہوا مگر ضعیف ہوں۔ مثلاً

بخاری اور مسلم کی یہ حدیث جو بڑے زور سے اثبات دعویٰ کیلئے پیش کرتے ہیں۔ عن عبادة بن الصامت
رضی اللہ عنہم قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ
بقائحة الكتاب رواہ الشیخان۔ یعنی عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں نماز اس شخص کی جو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے۔ حدیث مذکورہ اگرچہ صحیح ہے مگر دیکھنا
یہ ہے کہ اس سے مراحات کیساتھ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے یا نہیں۔ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
راویان حدیث نے یہ حدیث اور دیگر اس کی مثل روایت کرنے کے بعد ہی مطلب نکالا ہے یا کچھ اور۔ اور اس
حدیث کے جانتے ہوئے ان اصحاب سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ علامہ محدث شوق نیوی نے یہ آورد دیگر احادیث
بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ وعائشہ رضی اللہ عنہما ذکر کرنے کے بعد لکھا قال العلامة الہبل والمحدث الاکمل
محمد ابن علی النعمانی فی آثار السنن و فی الاستدلال یہذا الاحادیث نظماً یعنی ان احادیث
سے (فاتحہ خلف الامام کے متعلق) دلیل پکڑنا قابل اعتراض ہے۔ کما قال الترمذی قال احمد بن حنبل
معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صلوة لمن لم یقرأ بقائحة الكتاب اذا کان وحده۔
جیسا کہ امام ترمذی نے بروایت احمد بن حنبل ذکر کیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا معنی یہ ہے۔
کہ جب اکیلا ہو تو سورۃ فاتحہ نہ پڑھے سے نماز نہ ہوگی۔ اور اس سے بھی نفی کمال مراد ہے نہ کہ نماز کا فاسد
ہونا ومن شاء التفصیل فلیرجع الی الکتاب۔ اسجگہ یہ بات میرے موضوع سے خارج ہے۔
وقال ابوداؤد وقال سفیان لمن یصلی وحده۔ یعنی حدیث مذکورہ اکیلے نماز کے لئے ہے۔ والاؤوی
ان یقال ہذا حکمہ لمن کان ضامناً للصلوة ومتکفلاً لہا اماماً کان أو منفرداً۔
اور اولیٰ ہے جیسے کہا گیا ہے کہ یکم اس شخص کے لئے ہے جو نماز کا ضامن اور متکفل ہو خواہ امام ہو خواہ منفرد
راکیلا پڑھنے والا۔ اور یہ بات واضح ہے کہ مقتدی کی نماز کا ضامن امام ہوتا ہے یا اپنی نماز کا ضامن اور متکفل منفرد
ہے۔ پس مقتدی اس حکم سے خارج ہو گیا و یؤید لہ ما رواہ مسلم فی روایۃ والنسائی من
طریق معمر عن الزہری فی آخر حدیث الباب فصاعد اوقال البخاری فی جزء القراءة
وقال معمر عن الزہری لا صلوة لمن لم یقرأ بأما القلان فصاعداً اس اخرج احمد
والبخاری فی جزء القراءة وابوداؤد وابن جارود عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ
علیہ وسلم امرہ ان یرج فینادی لا صلوة الا بقراءة فاتحہ الكتاب وما اراد
اخرج ابوداؤد والبیہقی وابن حبان باسناد صحیح عن ابی سعید قال امرنا ان نقرأ
بقائحة الكتاب وما تیسر انتہی فقوله فصاعد او ما زاد وما تیسر یدل علی ان قراءة

کو امام کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا اور فتوے ان کا یہ ہے جن کا اب ذکر ہوا جس سے تقدی کو حدیث
 لا صَلَوةَ اِلاَّ مِنْ خَارِجٍ مانا ہے۔ وَاخْرَجَ الْاِمَامُ مَالِكٌ فِي الْمَوْطَا عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ
 قَالَ اِذَا صَلَّيْ اَحَدُكُمْ خَلْفَ الْاِمَامِ فَحَسْبُهُ قِرَاءَةُ الْاِمَامِ وَاِذَا صَلَّيْتُ وَحْدًا
 فَلْيَقْرَأْ مَوْكَاثَ ابْنِ عُمَرَ لَيْقُرْ وَخَلْفَ الْاِمَامِ۔ یعنی جب نماز پڑھے ایک تمہارا پیچھے ام
 کے تو اس کو امام کی قرأت کافی ہے۔ اور جب نماز پڑھے اکیلا تو خود قرأت پڑھے اور ابن عمر امام سے پیچھے
 قرأت نہیں پڑھتے تھے۔ اب دیکھو کہ خود عبداللہ بن عمرؓ حدیث (اَصَلُوْةٌ لِمَنْ لَمْ يَقْرُءْ بَقَاتِحِ الْاِ
 لْكِتَابِ مَرْفُوعٌ رَوَايَتُ كَرْتِے ہیں۔ اور پھر اس سے تقدی کو خارج مانا ہے۔ نیز حدیث مَنْ كَانَتْ لَهُ
 اِمَامٌ فَقِرْءَةُ الْاِمَامِ لَهُ قِرَاءَةٌ كَوَيْحِي رَوَايَتُ كَرْتِے ہیں۔ اب تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں۔ وَاخْرَجَ
 الطَّحَاوِيُّ فِي مَعَانِي الْاَثَارِ بِاسْنَادٍ مِصْحَحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ رَوَيْتُ الَّذِي
 يَقْرَأُ خَلْفَ الْاِمَامِ مِلِّي تَوْفَعًا تَكْبِيًا اَتَتْ۔ باعث حسرت ہے اسی شخص کے لئے جو امام کے پیچھے قرأت
 پڑھے کہ بھرا جائے مناس کا مٹی سے وَاخْرَجَ الْاِمَامُ ابْنُ الْكَلْبِيِّ۔ اب دیکھو کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ
 عنہم خود حدیث لا صَلَوةَ كَارِئِي ہے۔ اور پھر اس سے تقدی کو خارج مان کر وعید کا حکم لگاتا ہے۔ کہ اگر
 امام کے پیچھے قرأت پڑھیں تو اس کی یہ سزا ہے۔ لہذا ردیان حدیث اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے
 عمدہ طور پر واضح ہو گیا کہ حدیث مذکورہ لا صَلَوةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرُءْ بَقَاتِحِ الْاِ لْكِتَابِ فقط امام
 اور منفرد کی واسطے ہے اور تقدی اس سے خارج ہے۔ پس ثابت اور صحیح ہوا کہ جو دلائل مخالف کے صریح اس
 مدعا کو ثابت کرتے ہیں وہ سب کے سب ضعیف اور واهی ہیں۔ اور جو دلائل اس کے صحیح اور سالم عن الطعن
 ہیں ان سے اس کا مدعا اور مطلب ثابت نہیں ہوتا اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ روایان حدیث صحابہ کرام
 اور ائمہ دین نے حدیث کا جو مطلب بیان کیا وہ صحیح ہے یا کہ نہیں اگر صحیح ہے تو تسلیم کرنے میں تاہل تمیسا اور
 اگر کسی کے خیال میں صحیح نہیں تو اس حدیث کا کیا مطلب علیکم بِالسَّنَةِ الْخَلْفَاءُ الرَّاشِدِينَ
 ان پیش کردہ دلائل اور احادیث صحیحہ سے معلوم ہو گیا ہے کہ اضاف کے پاس عدم جواز فاتحہ خلف الامام
 کے قوی اور مضبوط دلائل ہیں جو صحیح احادیث و اقوال صحابہؓ پر مبنی ہیں۔ پس اب امام کے پیچھے فاتحہ نہیں پڑھنی چاہیے
 فَاَعْبُوا يَا وَلِيَّ الْاَبْصَارِ۔ اگر خون طوالت نہڑا تو نہایت تفصیل سے عرض کرتا من شَاءَ الْتَفْصِيلُ
 فَلْيَرْجِعْ اِلَى الْمَطُولَاتِ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ وَعِلْمُهُ وَاَتَمُّ وَاحْكُم
 وَهُوَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اَللّٰهُمَّ اهْدِهِمْ اِلَى صِرَاطِكَ
 الْمُسْتَقِيمِ۔ امین۔ امین۔ امین۔ فقط والسلام مع الاکرام

ایک دلچسپ مناظرہ

(قسط چہارم)

(مولانا رشید احمد صاحب پناہوی خطیب جامع مسجد چیمڑہ منڈی لاہور)

پناہوی صاحب) بلواری ملت مولینا کے پرجوش الفاظ آپ نے سننے والوں کی بھرمار بھی دیکھی لیکن میں مولینا اور ان کے لواحقین کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ کوئی نمونہ ایسا پیش کریں جس میں (صحابہ کرام نے تلواروں سے کام نہ لیا ہو اگرچہ اتنا ماننے کیلئے میں تیار ہوں تو روحانیت کو بھی دخل تو ضرور ہے مگر ساتھ ساتھ تلواروں اور دیگر ہتھیاروں سے مسلح ہونا اور فوجی نظام کو قائم کرنا بھی ایک لادری امر ہے جس کے بغیر گونا گوں زندگی کے لمحات کو بسر کرنا ناگزیر امر ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بڑھکر روحانیت کس شخص کو حاصل ہو سکتی ہے۔ جن کی غلامی کا طوق ہی روحانیت کی تکمیل کی سند ہے آپ نے بھی تعلیم امت کے لئے اور ان کے لئے اسوۂ حسنہ چھوڑنے کیلئے اسباب کو ترک نہ فرمایا۔ اللہ اللہ وہ مختار کل وہ شہنشاہ اعظم خدق کو اپنے دست مبارک سے کھودتے ہیں غزوۂ احد میں دوزر میں زیب تن فرماتے ہیں اور سامان حرب ہتیا کرنے کے لئے چندہ وصول کرتے ہیں۔ فوجی نظام و تنظیم کی تلقین فرماتے ہیں اسلئے کہ عالم اسباب میں بغیر ان کے چادہ نہیں اُدر آئے والوں کو اس بات کا سبق دے دیا کہ ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنا صرف خدا تعالیٰ پر توکل کئے رکھنا نا جائز ہے میرے راستہ اور میری تعلیم کے خلاف ہے تاریخ اسلام سے واقف حضرات پر یہ واضح ہے کہ بڑی بڑی شاندار کامیابیاں ہوئیں تو تلوار سے! اور بڑی بڑی فتوحات حاصل ہوئیں تو تلوار سے! کیا کوئی صاحب علم اس سے انکار کر سکتا ہے؟ اگرچہ اس میں روحانیت کو بھی دخل ضرور تھا مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم پر خدا تعالیٰ کا یہ بھی حکم عاید ہوتا ہے کہ **وَاعِدْ وَلَهْمَا مَا سَلَطْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِجَالٍ طَائِفَةٍ لَنْ يَصُدُّوا عَنْكُمْ وَاللَّهُ وَعْدٌ حَقٌّ** (اور مسلمانو! سپاہیانہ قوت سے اور گھوڑوں کے باندھے رکھنے سے جہاں تک تم سے ہو سکے کافروں کے مقابلے کیلئے ساز و سامان ہتیا کئے ہو کہ ایسا کرنے سے اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اپنی دھماک بٹھائے رکھو گے) پھر اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صرف تلوار، تیرو تفنگ اور نیزہ بازی تک ہی نہیں محدود نہیں رکھتا بلکہ قوۂ کو نکرہ لاکر ایک دقیق اشارہ فرماتا ہے کہ ہر ایک قوت جو تمہارے دشمنوں کے پاس ہو اس کو تیار رکھو لہذا موجودہ زمانے میں ایر و پلین، الیکٹریک، بندوق سازی وغیرہ کا سیکھنا بھی فرض ہوا

لہذا میں ان صوفیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ اب مصللوں سے اٹھو۔ یہ وقت نوافل کا نہیں اب فریضہ الہی (جہاد) جو بہت اہم فریضہ ہے اس کے لئے تیار ہو جاؤ ورنہ مجھے علامہ اقبال کا یہ شعر کہنا پڑے گا۔

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محراب مسجد پر : یہ نادان کہ گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا
شاید میری آخری ہی تقریر ہو اسلئے میں تمام مسلمانوں سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس وقت کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اپنی تولد کو مضبوط کر لیں اس وقت دشمنان اسلام ہر ایک قسم کے ہتھیاروں سے مسلح ہو رہے ہیں اور مسلمانوں کو کچلنے کیلئے تیار ہو چکے ہیں اگر آج بھی تم خواب خرگوش سے بیدار نہ ہوئے تو دنیا سے تمہارا نام و نشان تک مٹا دیا جائیگا اللہ تبارک و تعالیٰ ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم اپنے آپکو پہنچائیں و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔ (فقیر) جناب سامعین کرام! مولینا

نے تو اب ہتھیار ڈال دیئے ہیں الحمد للہ کہ مولانا نے اپنی آخری تقریر میں جس کو میں منوانا چاہتا تھا۔ کچھ دبی زبان سے مان لیا ہے (کہ روحانیت کو بھی دخل ضرور ہے) خیر! بقول شاعر

راہ پر ان کو تو لے آئے ہیں جا توں میں : اور کھل جائیں گے دو چار ملاحوں میں

اگر اکیلا پھر تبادلہ خیالات کر لیں تو مجھے یقین ہے کہ میرے نظریئے کو نہہ دل سے مان لیں گے مسلمانو! یہ ستم امر ہے کہ دنیا کی سلطنت و مملکت سب اللہ ہی کے دست قدرت میں ہے۔ توفی الملک من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء (جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے) یہ اسی کی شان مقدس ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ اگر

تم میرے ہو جاؤ تو میں تمہارا ہو جاؤں گا۔ حدیث قدسی ہے من کان اللہ فکان اللہ لہ جو اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اَلَا ان حَضَبَ اللّٰہِ هُمُ الْغَالِبُونَ (خبردار! خوب غور سے سن لو غالب ہمیشہ اللہ کا ٹولہ رکھو) ہی رہتا ہے۔ پھر یہ بھی مومنوں سے ہی وعدہ کیا گیا ہے ارشاد ہوتا ہے۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا

مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَسْتَخْلِفُوْهُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اَسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے اللہ تعالیٰ کا ان سے وعدہ ہے کہ انہیں زمین کی خلافت دے گا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کچھلی قوموں کو دی جا چکی ہیں پھر مومن کے لئے

ہتھیار کا استعمال میں لانا ان کی روحانیت کے خلاف نہیں ہے بلکہ ان ہتھیاروں پر بھروسہ کرنا خلاف روحانیت ہے۔ جس کے لئے علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا سے کافر ہے تو شمشیر بہ کرتا ہے بھروسہ : مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی : اور مولینا روم نے بھی فرمایا کہ عِبْدَہٗ اَوْ نَبَہٗ اَسْبَابُ نِیْسٍ ۔

ہتھیاروں سے لڑتے بھی ہیں تو ان کو بھروسہ صرف اسی ذات بخت پر ہوتا ہے اور اللہ نے بھی انہیں خوشخبری دے دی ہے۔ **وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ** جو اللہ تعالیٰ پر توکل تمام کر لیتا ہے تو پھر اللہ کو کافی ہے۔ مولانا نے جو آیت کریمہ پیش کی ہے اس میں جو فرمایا گیا ہے کہ تم ہتھیاروں اور ساز و سامان کو ہٹا کئے رہو! یہ اس لئے فرمایا تاکہ تم کفار کو ان ہتھیاروں سے رادہ رکھا سکو اور فتح و نصرت تو اللہ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ ان ہتھیاروں پر بھروسہ بھی نہ کر بیٹھا اسی لئے اس آیت کریمہ کے اخیر میں ارشاد فرمایا۔ **وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** اور بھروسہ اللہ پر رکھو کیونکہ وہی سب کچھ سنتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔ خلاصہ تقریر یہ ہو کہ روحانیت اصل ہے اور مادی طاقت فرع ہے یعنی روحانیت کاملہ ہوتے ہوئے مادی طاقت کی چنداں ضرورت نہیں مگر روحانی طاقت کے بغیر مادی طاقت کا ہونا کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔

حقیقت آگاہ علامہ اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

خدا سے پھر وہی قلب و نظر مانگ : نہیں ممکن امیری بے فقری

مسلمانو! خوابِ غفلت سے جاگد پکے مومن اور سچے ایماندار بن جاؤ ہماری دنیوی و دہیوی اور آخری نجات کا واحد ذریعہ یہی ہے ہماری تمام دینی و دنیاوی مشکلات و مصائب کا واحد حل یہی ہے کہ ہم پوری طرح سچے دل سے مومن بن جائیں اور حضور علیہ السلام کے غلام اور حلقہ بگوش بن کر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کو اپنا نصب العین بنالیں اور اللہ تعالیٰ کی سچی کلام قرآن پاک کو اپنا مسلک اختیار لیں پھر دیکھنا اللہ تعالیٰ تمہیں کس طرح بستیوں سے نکال کر بام عروج پر پہنچاتا ہے اور تمام اقوام عالم پر کس طرح غالب کرتا ہے۔ آج بھی دل سے پکا عہد کر لو کہ ہم نمازوں کی پابندی کریں گے ہم شریعتِ مطہرہ کی ہر قید و بند کو اپنے اوپر لازم کر لیں گے۔ اے اللہ ہم مسلمانوں کو سچا مسلمان بننے کی توفیق عطا فرما اور اپنے پیارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدمے میں ہر مقام میں سربلندی اور عزت عطا فرما ان ایدل الا الاصلاح ما استطحت و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب ۵

سنخ نشان ○ دائرہ میں سرخ نشان سالانہ چندہ ختم ہونے کی علامت ہے۔ آئندہ سالہ بذریعہ وی پی آر سال ہوگا جس کے زائد اخراجات سونچنے کیلئے

بہتر صورت یہ ہے کہ آپ اپنا چندہ بذریعہ آئی ڈی بھیجیں خریداری منظور ہو تو اطلاع دیں۔ خذاری وی واپس فرما کر ایک ایک اسلامی ادارہ کو نفعی نقصان پہنچائیں۔ خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (غلام حسین شیخ شمس الاسلام)

بَابُ التَّقْرِیظِ وَالِاتِّقَادِ

تنظیم اہل سنت

طبعہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کی افرا تفری اور دینی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم رکھنے سے بے فکری دلا پر واپسی کی وجہ سے مرزائی شیعہ اور دوسرے غیر مسلم گروہ کی مصلحتوں کو صراطِ مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کے رستوں پر لگا دیا کرتے ہیں۔ اُن کو منظم کرنے اور اختیار کے حلوں سے اُن کو مضبوط کرنے کی بڑی ضرورت تھی۔ چنانچہ مولانا ظہور احمد صاحب بکوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی ضرورت کے احساس کی بنا پر مجلس حزب الانصاف کی بنیاد رکھی تھی چند سال ہوئے ہمارے محترم دوست مولانا سید نور الحسن بخاری فاضل دیوبند نے بھی اسی ضرورت کے احساس کی بنا پر مرکز تنظیم اہل سنت کے نام سے اہل سنت کی تنظیم کا کام شروع کیا۔ اور مرزائیوں۔ رافضیوں وغیرہ کے متعلق ایک کامیاب جدوجہد شروع کی۔ اگرچہ سیاسی ہنگامہ آرائیوں اور انکس کے جھگڑوں کی وجہ سے اس نیک کام کی رفتار وہ نہ رہی جو کہ مطلوب تھی اور جس کیلئے بخاری صاحب کے عزائم تھے۔ مگر پھر بھی انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور امکان کی کوشش جاری رکھی۔ چنانچہ مرکز تنظیم کا وہ ادارہ اب بھی موجود ہے۔ اور انہی مقاصد کیلئے کام کر رہا ہے۔ اس زمانہ میں پریس کی طاقت ایک بڑی طاقت ہے۔ دیکھا جا رہا ہے کہ باطل سے باطل نظریات و خیالات اور لغو سے لغو افکار و عقائد پریس کے زور اور پروپیگنڈا کی طاقت سے مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔ اور حق پر ہر طرف سے باطل کی یورش ان السحوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے۔ اس لئے اس کی بڑی ضرورت ہے۔ کہ حق کی آواز کو بھی پریس کے ذریعہ فوراً دور تک پہنچایا جائے۔ اور اس مشینی قوت سے بھی کام لیکر اشاعتِ حق و صداقت کا فریضہ پورا کیا جائے۔ چنانچہ اہل سنت کی تنظیم اور عقائدِ حقہ کی اشاعت و تبلیغ کے لئے مرکز کو ایک اخبار کی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ مدت کی کوششوں کے بعد مرکز تنظیم نے ”تنظیم اہل سنت“ کے نام سے ایک اخبار منہرہ درجہ جاری کر دیا۔ ہمارا پیش نظر شمارہ ظاہری اور معنوی محاسن کا حامل اور ہر لحاظ سے قابلِ ستائش ہے۔ سرورق رنگین اور دیدہ زیب جاذبِ نظر ہے پاکستان کے سب سے بڑی پرچم کے نیچے اقبال مرحوم کا یہ شعور درج ہے: چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا: مسلم ہیں ہم وطن ہیں سارا جہان ہمارا یہ شعور تارینِ کرام کو ایک دعوتِ عمل ہے۔ کہ وہ اسلام کی اشاعت کو پاکستان کی وطنیت میں محدود نہ کریں۔ بلکہ ہندوستان کو بھی اپنی عملی زندگی کی تبلیغ سے اسلام کا وطن بنائیں اور اس بارے میں آج تک جو غفلت برتی گئی اور اس کا خمیازہ بد بھگتنا پڑا ہے اس کی تلافی کریں۔ نیز سرورق پر ”دعوت“ کے عنوان سے یہ دو شعور درج ہیں: نوجوانانِ عزیز اور بزرگانِ کرام: اولت کیلئے مل کے کوئی کام کریں مقصد مرکز تنظیم ”لسانِ تنہا فقط بحفظِ ایمان کریں خدمتِ اسلام کریں

حفظ ایمان اور خدمت اسلام سے بڑھ کر اور بہترین اور عزیز ترین مقصد اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہی ہمارا بھی مقصد ہے اور یہی ہر سچے مسلمان کا مقصد حیات ہے اس لئے اس اخبار کے بقاء اور کثیر اشاعت کی کوشش اور اس کی صدائے حق کو دور دور تک پہنچانے میں امداد و اعانت ہر مسلمان کے لئے ایک لازمی فریضہ ہے۔ ہم مسلمانوں سے اس کی خریداری اور باقاعدہ مطالعہ کی سفارش کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے مخلص دوست مولانا سید نور الحسن صاحب بخاری کو توفیق و بہمت عطا فرمائے کہ وہ خود اور اس کے رفقاء کا رعملی جدوجہد اور مخلصانہ مساعی سے مرکز تنظیم کو مضبوط و مستحکم کریں اور اس اخبار کو زیادہ سے زیادہ مفید و نافع اور کامیاب طریقہ سے چلا سکیں تاکہ حق کی یہ آواز دیر تک اور دور دور تک بلند ہو۔

اخبار کا سالانہ چندہ و نل روپیہ ہشتماہی چھ روپیہ اور فی پرچہ قیمت ۴ روپے۔ دفتر تنظیم اہل سنت اندرون لہوری دروازہ چوک جمنڈا لاہور سے طلب کریں۔

(بقیدہ صفحہ ۱۶۵) کوائف گورنمنٹ کنٹرولڈ پبلشرز جات لاہور کی توجہ عالیہ اس کا زیر کٹیف منسطف کرائی۔ آپ نے نہایت خندہ پیشانی امداد کا وعدہ ہی نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنی وسالت سے صحاح ستہ کا ایک سٹ بقیمت ڈیڑھ روپیہ خرید کر دارالعلوم عزیزیہ کے لئے وقف فرمایا۔ اللہ کریم ہر دو بزرگوں کو جزائے خیر دے۔ اور دین و دنیا میں سرفراز فرماتے ہوئے بیش از بیش دینی خدمت کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

نیز حزب الانصار کے سرپرستوں میں سے الحاج میاں خواجہ غلام امین صاحب ہیں۔ آپ سخت کاروبار میں مشغول رہتے ہیں۔ مگر دین میں ہر وقت خدمت دینی کا جذبہ موجزن رہتا ہے۔ اور دماغ ہر وقت اسی فکر میں غولہ زن نظر آتا ہے کہ کس توجہ سے ہم اعداء اسلام کو نیچا دکھا سکتے ہیں۔ اور بھوئے بھالے اہلسنت والجماعت کو مذاہب باطلہ کے تھمکنڈوں سے محفوظ کر سکتے ہیں۔ آپ نے صحاح ستہ کی کتب کے لئے مبلغ پچاس روپیہ عنایت فرمائے ہیں۔ آپ اس سال زیارت بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے ہیں۔ اراکین حزب الانصار ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے اُرد دعا گو ہیں۔ بسفر رفت مبارک باد۔ بسلامت رومی و باز آئی۔

شمس الاسلام بانی حزب الانصار مجاہد ملت حضرت مولانا ظہور احمد صاحب مرحوم مغفور نے

اعدائے اسلام کی سرکوبی کے لئے ان کا تعاقب رنگون ملک کیا۔ اور ہر مقام پر ان سے مناظرے و مباحثے کر کے حقانیت اسلام ظاہر کی۔ اور اسلام کو چار چاند لگائے۔ آپ کی نگاہ دور اندیش نے اس فتنے کے اتیمصال کیلئے یہ مناسب سمجھا کہ ماہنامہ رسالہ کے ذریعہ تبلیغ دین کی جائے۔ تاکہ جہاں مبلغ حزب الانصار نہیں پہنچ سکتے (باقی صفحہ ۷۸)